بانی

شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول

مولانا عبید اللہ انور

امیر انجمن خدام الدین لاہور

مدیر اعلیٰ

مجاہد الحسینی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

کی

ایک یادگار تقریر

قسط ۲

قرآن مجید کی تعلیم کا نتیجہ

اسلام کی تاریخ جن لوگوں کے سامنے ہے۔ انہیں یہ بخوبی معلوم ہے کہ اسلام نے دنیا میں جو عظیم الشان انقلاب برپا کیا۔ اس کی کوئی نظیر اقوام و ادیانِ عالم کی تاریخ میں نہیں ملتی، تہذیب و تمدّن کے مرکزوں سے دُور اور علم و حکمت کے مخزنوں سے بہت فاصلہ پر عرب کی بے آب و گیاہ سرزمین میں ایک قوم آباد تھی جسے نہ مال و دولت کے اعتبار سے کوئی اہمیّت تھی، نہ دنیا کی مہذب و متمدّن قوموں کی صف میں اس کا کوئی مقام تھا لیکن اچانک اس قوم میں ایک جنبش نظر آتی ہے اور دیکھتے دیکھتے وہ صحرا سے نکل کر ساری دنیا پہ چھا جاتی ہے۔ نہ افریقہ کے بہادر اسے روک پاتے ہیں۔ نہ ایشیا کے جوان نہ یورپ کے رویئں تن۔ روم و ایران اس وقت دنیا کی دو باجبروت اور عظیم الشان شاہنشاہیاں تھیں۔ یہ دونوا اپنی پوری قوت کے ساتھ آگے بڑھیں کہ اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک دیں لیکن تنکے کی طرح بہہ گئیں۔

قادسیہ کے میدان میں ایران کے سطوت و جبروت کا آفتاب غروب ہو گیا۔ یرموک کے کنارے رومی شکوہ و اقتدار کا خاتمہ ہو گیا اور قیصر و کسریٰ کے تخت ہائے عزت و جلال سرنگوں ہو گئے۔ عرب کے بدوؤں نے حکومت و فرمانروائی کی باگیں اپنے ہاتھ میں لے لیں اور گلہ بان نگہبانِ عالم اور چوپان جہاں بانی کے فرائض انجام دینے لگے۔

یہ انقلاب اپنی وسعتِ ہمہ گیری اور گہرائی کے اعتبار سے جس قدر حیرت انگیز ہے اسی قدر ان کی برق رفتاری تعجب خیز ہے۔ گنتی کے چند برسوں میں اسلام مشرق و مغرب کی سب سے بڑی طاقت بن گیا اور نوعِ انسانی کو اس کے ذریعہ ابدی عزّت و سرفرازی کی دولت نصیب ہوئی۔ یہ انقلاب اتنا محیّر العقول ہے کہ اگر اس کے وقوع سے پہلے تمام عقلاءِ روزگار مل کر بھی اندازہ لگانا چاہتے تو کسی طرح اتنا اندازہ نہ لگا سکتے۔ بلکہ اگر اپنے دَور کے حالات کو پیش نظر رکھ کر قیاس کرتے تو خواہ کتنا ہی غور کرتے۔ کسی طرح ان کے وہم و گمان میں یہ بات نہ آسکتی کہ کبھی اس دنیا میں عربوں کو بھی یہ حیثیت حاصل ہوگی کہ وہ سارے عالم کی راہنمائی کے علمبردار ہونگے۔ اور ان کے ذریعہ ایک نیا دین، ایک نئی تہذیب اور ایک نیا تمدّن فروغ پائے گا۔ آج بھی جو لوگ اقوام عالم کی تاریخ پڑھتے ہیں۔ انہیں اندازہ ہے کہ ایرانی و رومی شہنشاہوں کی فاتحانہ داستانیں پڑھتے پڑھتے اس طرح بالکل خلافِ توقع عرب سے اسلام کی ایک نئی طاقت اچانک ابھر کر سامنے آجاتی ہے کہ تھوڑی دیر پڑھنے والے پر سخت حیرت و استعجاب کی کیفیت طاری رہتی ہے۔ چند ورق پہلے وہ رومی اور ایرانی شہنشاہوں کی آویزش کے واقعات پڑھ رہا تھا۔ کبھی خیال ہوتا تھا کہ ایرانی جہانبانی کے منصب پر فائز ہوں گے۔ لیکن چند ورق کے بعد ہی یہ دیکھ کر وہ حیران رہ جاتا ہے کہ اب نہ رومی آگے بڑھ رہے ہیں نہ ایرانی، بلکہ بساطِ عالم پر عربوں کا قبضہ ہے اور ہر جگہ اسلام کا نشان قائم ہے۔ وہ گھبرا کر عرب کی پچھلی تاریخ پر نظر ڈالتا ہے، عربوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہے کہ شاید ان کو ان کے قومی خصائص میں یا ان کے آباؤ اجداد کی سیرتوں میں کوئی ایسا نشان مل جائے جسے اس حیرت انگیز انقلاب کی بنیاد بنایا جا سکے۔ لیکن وہ اس جد و جہد میں بالکل ناکام رہتا ہے۔

بار بار کے غور و خوض کے بعد بھی اس کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا کہ کچھ دن پہلے ان کے درمیان ایک نبی اُمّی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا ظہور ہوا۔ اور قرآن مجید نامی ایک ربّانی کتاب عطا ہوئی۔ انہی کے فیض سے ان کی دنیا بدل گئی اور گنتی کے چند برسوں میں ایسا عظیم الشان انقلاب رونما ہوا۔ صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی تاریخ پڑھ ڈالئے۔ قرآن مجید کی انقلاب آفرین تعلیمات اور صاحب قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پُر اثر سیرت اور ان کی دُور رس تربیت کے سوا اور کسی چیز کا اثر آپ کو نظر نہیں آئے گا۔ انہوں نے نہ قرآن مجید کے سوا کوئی کتاب پڑھی، نہ محمد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے سوا اور کسی کے سامنے زانوئے تلمّذ تہ کیا، جو کچھ پڑھا قرآن مجید میں پڑھا اور جو کچھ سیکھا وہ اللہ کے مقدّس رسول کی صحبت میں سیکھا۔ لیکن کتابِ حکیم کے مطالعہ اور سنّت کے مطالعہ نے ان کے سینوں کو علم و حکمت کے خزانوں سے معمور کر دیا تھا اور نبی مزکّی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توجّہ نے ان کے دلوں کو مطلعِ انوار بنا دیا تھا۔ آگے بڑھئے اور بعد کی تاریخ پر نظر ڈالئے۔ جہاں آپ کو علم و دانش کی مشعلیں جلتی نظر آئیں گی۔ اگر آپ غور کریں گے تو کتاب اللہ اور سنّت نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے انوار و برکات صاف نمایاں نظر آئیں گے۔ اسلام کے دَورِ اقبال میں آپ ہر جگہ محسوس کریں گے کہ وحیٔ الٰہی اور مشکوٰۃ نبوّت ہی کی روشنی ہر قدم پر راہنمائی کر رہی ہے۔ جہاں یہ نور نظر سے اوجھل ہوا وہیں قدم نے ٹھوکر کھائی۔ اور قوم سربلندی کی بجائے سرنگوں ہوگئی۔ مسلمانوں کے عروج و زوال کی پوری تاریخ انہیں دو نکتوں کی تفسیر ہے۔ پھر کیا اس طویل تجربہ کے بعد بھی ہماری آنکھیں نہ کھلیں گی اور ہم بدستور کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے توجہی برتتے رہیں گے

(از تعمیر لکھنؤ۔ ۱۵ فروری ۱۹۴۹ء)

صدر محترم و برادرانِ اسلام! اسلام کے بنیادی اصول میں نماز ہے۔ سات برس

(باقی صـ۱۸ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۸ر جمادی الثانی ۱۳۸۹ء
۲۲ راگست ۱۹۶۹ء

جلد ۱۵
شمارہ ۱۶

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

مدیر مسئول: مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مدیر اعلیٰ: مجاہد الحسینی

ایک اور اسلامی محاذ کا قیام

بہادری، جرأتِ گفتار اور جذبۂ ایثار و قربانی کی تاریخی روایات کی حامل جماعت مجلس احرارِ اسلام کی دعوت پر چھ جماعتوں کا ایک متحدہ محاذ قائم ہوا ہے جس کا نام عوامی اسلامی محاذ رکھا گیا ہے۔ اس میں احرار کے علاوہ خاکسار، اسلام لیگ، جمعیۃ اہل حدیث، جماعت اہلحدیث اور جمعیۃ اشاعت توحید و سنّت شامل ہیں۔

اس نئے محاذ کا بھی ہم دلی خیر مقدم کرتے ہیں خصوصاً احرار اور خاکسار کے جانباز و جاں نثار رضاکار جو نظریاتی اختلاف اور فکری بُعد کے باوجود ایک دوسرے کے معاون و مددگار رہے ہیں آج ان کے باقاعدہ تنظیمی اجتماع کو ہم پاکستان کی خوش بختی کی علامت سمجھتے ہیں۔

اس اجتماع کے مقاصد نام سے ظاہر ہیں البتہ ان کا تنظیمی ڈھانچہ کیسے مرتّب ہوگا اور حصولِ مقصد کے لئے کیا طریقِ کار وضع کیا جائے گا —— اس کی تفصیلات ابھی سامنے نہیں آئی ہیں۔

لیکن بایں ہمہ —— یہ گذارش ضروری ہے کہ ملک میں اسلام کی علمبردار صرف یہی چھ جماعتیں نہیں ہیں، ایسی دوسری تنظیمیں بھی موجود ہیں جو اپنے اثر و رسوخ اور جماعت بندی کے لحاظ سے بڑی وقیع ہیں نیز ہماری ملّی ضروریات اور ملکی حالات کے تقاضے بھی یہی ہیں کہ اسلام کی ترویج و ترقی اور ملّتِ اسلامیہ کی سربلندی کے لئے مخلصانہ کام کرنے والی جماعتوں اور افراد کو اب متحد و متفق ہو جانا چاہئے اور اپنی انفرادی صلاحیتوں کو اجتماعیت کی صورت دے دینی چاہئے۔ اور آپس کے عارضی اور فروعی اختلافات کو یکسر ختم کرکے الحاد و ارتداد کے مقابلہ میں بُنیانِ مرصوص بن جانا چاہئے۔

اس مرحلہ میں یہ پہلو خصوصاً محل نظر ہے۔ کہ پاکستان کی چند دینی جماعتوں کا پہلے بھی اسلامی محاذ قائم ہو چکا ہے اور وہ اپنے اثر و رسوخ اور وسعتِ کار کے اعتبار سے بڑا وقیع ہے۔ جن میں پاکستان کی سب سے بڑی دینی تنظیم جمعیۃ علماء اسلام مجلس تحفظ ختم نبوّت، تنظیم اہسنت والجماعت شامل ہیں۔ یہ تنظیمیں کئی سال سے اسلامی متحدہ محاذ کے نام پر کام کر رہی ہیں اور ان کا اچھا خاصہ حلقۂ اثر بھی قائم ہوگیا ہے۔ ایسے مؤثر محاذ کو نظر انداز کر دینا قومی، ملکی اور دینی اعتبار سے سخت نقصان دہ اور مضرت کا باعث ہوگا۔

ہماری مخلصانہ تجویز ہے کہ اب دونوں محاذوں کو بلند و بالا اور وسیع تر مقاصد کے لئے اکھٹے ہو جانا چاہئے۔ تاکہ بے دین اور غیر اسلامی نظریات کی حامل جماعتوں کے مقابلہ میں واقعی ایک جاندار اور مؤثر اسلامی محاذ قائم ہو سکے۔

زانیوں اور چوروں کو بھی سزائیں دو!

خاص فوجی عدالت نے ایک کمسن بچّی کو اغوا کرنے کے الزام میں ۲۲ سالہ شخص جاں نثار کو سزائے موت کا حکم سنایا ہے اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے اس سزا کی توثیق بھی کر دی ہے۔ اس سزا کے خلاف کوئی اپیل بھی نہیں ہو سکتی۔

پاکستان کی ۲۲ سالہ تاریخ میں یہ دوسرا موقع ہے کہ معصوم بچوں کو اغوا کرنے کے جرم میں موت کی سزا دی گئی ہے۔ ننھّے اور معصوم بچوں کو اغوا کرنے، لوگوں کے ہنستے کھیلتے گھروں کا سکون لُوٹنے والوں اور آباد گلشن ویران کرنے والوں کو موت کی سنگین سزا دینے کا ایک عرصہ سے مطالبہ کیا جا رہا تھا۔ خدا کا شکر ہے، کہ اربابِ حکومت نے اس طرف خصوصی توجّہ مبذول کرکے ملک کو اس خطرناک جرم سے پاک کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

مارشل لاء حکام نے یہ اقدام کرکے پورے ملک کے عوام کی دلی ہمدردیاں حاصل کر لی ہیں اور بے شمار صاحبِ اولاد گھرانوں کی قلبی دعائیں ان کے شاملِ حال ہو گئی ہیں۔

ہم اربابِ حکومت کی خدمت میں اس مستحسن اقدام پر ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہوئے مطالبہ کرتے ہیں کہ بچوں کو اغوا کرنے والوں کے خلاف جس طرح مؤثر انسدادی اور انضباطی کارروائی کی گئی ہے، اسی طرح اسلامی شریعت کے مطابق زناکاروں کو سنگسار

کرنے ، چوروں اور ڈاکوؤں کے ہاتھ کاٹنے ، الزام تراشی کرنے والوں کو دُرّے مارنے کی اور اشیاء خوردنی میں ملاوٹ کرنے والوں کو بھی سنگین سزائیں دینی چاہئیں۔ تاکہ پاکستان اس قسم کی منحوس لعنتوں سے محفوظ ہو جائے ۔ اور یہاں کے عوام سکوت و طمانیت اور صحت مندی کے ساتھ زندگی گذار سکیں ۔

اسلامی ممالک کے خلاف پروپیگنڈا

سوڈان کے وزیر اعظم جناب ابابکر عواض اللہ نے ہفت روزہ "السیّد" میں شائع ہونے والے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ سوڈان کی نئی حکومت کیمونسٹ نہیں — حکومت کے متعلق کیمونسٹ اور لامذہب ہونے کا پروپیگنڈا کرنے والے لوگوں کے مذہبی جذبات بھڑکا کر حکومت کو اس لئے بدنام کر رہے ہیں تاکہ بعض غیر ملکی طاقتوں کو خوش کیا جائے اور مشرقِ وسطیٰ میں اسرائیل کو مضبوط کرنے کے لئے ہتھکنڈے استعمال کئے جا رہے ہیں ، انہیں مضبوط تر کیا جائے ۔ انہوں نے کہا کہ سامراجی طاقتیں گہری سازش کر کے حکومت کا تختہ اُلٹ دینا چاہتی ہیں ۔

مشرقِ وسطیٰ کے جو ممالک یہودی ریاست اسرائیل کے خلاف نبرد آزما ہیں ان کے خلاف گمراہ کن پروپیگنڈے کی ایک زبردست مہم چلائی جا رہی ہے ۔ اس سلسلہ میں افسوسناک پہلو یہ ہے کہ بڑے بڑے علماء اور مذہبی رہنماؤں کی خدمات بھی حاصل کر لی گئی ہیں جن کا کام صرف یہ ہے کہ دنیائے اسلام کی توجہ اسرائیل اور اس کے پشت پناہ امریکہ سے ہٹا کر خود اسلامی ملکوں کے اندرونی فرضی مسائل کی طرف پھیر دی جائے ۔ اور ان ممالک کے مسلمان باشندے اسرائیل اور امریکہ کے خلاف غم و غصّہ کا اظہار کرنے کی بجائے اپنے مسلمان بھائیوں کے مخالف ہو جائیں ۔ اس طرح جب وہ دنیائے اسلام کی ہمدردیوں سے محروم ہو جائیں گے تو اسرائیل اور امریکہ کو من مانی کارروائیاں کرنے اور عرب مجاہدینِ اسلام پر سفّاکانہ ظلم و تشدّد روا رکھنے کے خوب مواقع مہیّا ہو جائیں گے کیا دنیائے اسلام کے باشعور باشندے اور فراستِ مومن کے مالک "مسلمان" یہود و نصاریٰ کی اس خطرناک چالوں کو نہیں سمجھ سکتے — ؟

دل آزار کتاب ضبط کیجئے !

امریکہ اور برطانیہ کو جب اپنی سیاسی ضرورتوں کی یاد ستایا کرتی ہے تو پھر وہ اسلام اور مذہب کا سہارا لے کر اپنی اغراضِ مشئومہ کی تکمیل کا سامان فراہم کیا کرتے ہیں۔ لیکن امریکی مصنفوں اور دانشوروں کو جب بھی موقع ملتا ہے وہ اسلام اور حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی گستاخی کا ارتکاب کر کے اہلِ اسلام کی دل آزاری کا سامان فراہم کرنے میں کوئی حجاب یا شرم محسوس نہیں کیا کرتے ہیں ۔ اور اب ان کا یہ معمول بن گیا ہے ۔

اس سے بڑھ کر المیہ اور سانحہ یہ ہے کہ امریکہ کو سوشلزم یا کیمونزم کی مخالفت مقصود ہوتی ہے تو اس کے لئے سیاسی طالع آزماؤں اور مقدّسین کے پورے گروہ کی خدمات میسّر آجاتی ہیں ، بڑے بڑے جہازی سائز کے اخبارات مل جاتے ہیں ۔ لیکن اگر ان کی زبانیں گنگ ، ان کے اخبارات خاموش اور ان کے مقدّسین چپ سادھ لیتے ہیں تو اس وقت جب کوئی امریکی مصنّف حضرت خاتم الانبیاء رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کی جسارت کرتا ہے ۔

آج پاکستان میں فری لینڈ ایبٹ کی تصنیف ایک انگریزی کتاب "اسلام اینڈ پاکستان" کورنل یورسٹی پریس نیویارک (امریکہ) کی شائع کردہ فروخت ہو رہی ہے ۔ اس میں حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس ، وحی الٰہی اور برِصغیر پاک و ہند کے جلیل القدر اسلامی رہنماؤں اور علماء کرام کے خلاف نہایت دل آزار اور رکیک حملے کر کے مسلمانوں کے جذبات سخت مجروح کئے گئے ہیں ۔

آج اگر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ زندہ ہوتے ، مفتی کفایت اللہ اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ بقیدِ حیات ہوتے ، آج علامہ اقبال اور ظفر علی خاں موجود ہوتے تو آپ دیکھتے —— کہ تحریکِ منگلپورہ اور غازی علم الدین کی یادیں کس طرح زندہ و تابندہ ہوتی ہیں ۔

وہ شخصیات آج اگرچہ ہم میں موجود نہیں لیکن ان کی روحیں ہمیں پکار پکار کے کہہ رہی ہیں کہ —— اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی بالا دستی کے لئے مملکت پاکستان قائم کرنے والو ! تمہاری غیرتِ اسلامی اور حمیّتِ قومی کو کیا ہو گیا —— ؟ کہ مسلمان حکمرانوں کی موجودگی میں ایسی دل آزار اور گستاخانہ کتاب بلا روک ٹوک فروخت ہو رہی ہے ۔

ہم حکام مارشل لاء خصوصاً مغربی پاکستان کے نیک اور ہر دلعزیز گورنر جناب ایئر مارشل نور خاں کی خدمت میں یہ ضروری گزارش کرینگے ۔ جس طرح انہوں نے اسلامی نظریات کے تحفظ کے لئے کئی بار اعلان کیا ہے اور اس سلسلہ میں لائق تحسین عملی اقدامات بھی کئے ہیں ۔ اسی طرح وہ اپنی اعلیٰ روایات کے مطابق اس گستاخانہ اور دل آزار کتاب کو فی الفور ضبط کر کے حمیت اسلامی کا ثبوت دیں اور پاکستان میں اس کتاب کی درآمد کو ممنوع قرار دیں ۔

اخلاقی قدروں کا زوال

پاکستان ویمن ایسوسی ایشن کی صدر بیگم رعنا لیاقت علی خاں نے یومِ آزادی کی ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہمیں یہ احتساب کرنا چاہئے کہ آزادی کے نصب العین کے حصول میں ہم سے کیا کوتاہیاں ہوئی ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان سے ایمانداری ، اتحاد ، وفاداری ، ایثار کی تمام اعلیٰ قدریں رفتہ رفتہ معدوم ہوتی جا رہی ہیں اور ان کی جگہ خود غرضی ، لالچ ، بد دیانتی ، بزدلی ، خوشامد اور دیگر اخلاقی کمزوریاں جنم لے رہی ہیں ۔ انہوں نے کہا ہم سب نے مل کر ان حالات کو جنم دینے میں کچھ نہ کچھ کردار ضرور ادا کیا ہے !

بیگم لیاقت علی صاحبہ نے ہمارے ملک کی اخلاقی قدروں کے زوال کا جو نقشہ کھینچا ہے حقیقت پر مبنی ہے ۔ سوال یہ ہے کہ محض اخلاقی قدروں کے زوال کی نشاندہی کرنے یا صدق دل سے اعتراف کر لینے سے اخلاقی قدروں میں یکایک بلندی کیسے پیدا ہو سکتی ہے ؟ اس کے لئے عملاً کچھ کرنا پڑے گا —— جس طرح بقول بیگم لیاقت علی کہ "ہم نے

(باقی صہ۶ پر)

یکم جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۹۶۹ء

یہود و نصاریٰ کی دوستی اور ان کی معاشرت اختیار کرنا مسلمان قوم کے لئے ہلاکت ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ۔

اے ایمان والو! نہ پکڑو یہود اور نصاریٰ کو دوست۔

بزرگانِ محترم! قرآن عزیز نے یہود و نصاریٰ سے دوستی اور ان پر اعتبار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہود و نصاریٰ کیونکہ اللہ اور رسول کے دشمن ہیں اور ان کی اسلام دشمنی کی تاریخ بہت طویل ہے اس لئے ان سے تعلقات جوڑنے اور ان سے امیدیں لگانے میں کبھی مسلمانوں کو نفع نہیں ہو سکتا۔ خداوند قدوس نے اسی لئے اعلان فرما دیا ہے کہ ان سے ہرگز دوستی نہ کی جائے اور ان پر تکیہ نہ کیا جائے۔

عزیزانِ گرامی! تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں نے اس حکمِ خداوندی پر عمل کیا کبھی خطا نہیں کھائی۔ اور جب اس فرمانِ شاہی سے روگردانی کی ہمیشہ دھوکا کھایا اور اپنی بربادی کا نقشہ دیکھا —— خود اسی برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کے زوال کا بنیادی باعث انہی اقوام سے ربط و ضبط ہے۔ مسلمان حکمرانوں نے انگریزوں سے ربط و ضبط بڑھایا۔ انہیں ہندوستان میں در آنے اور تجارت کرنے کی اجازت دی۔ اور بالآخر انہیں سلطنت سے ہاتھ دھونے پڑے۔

محترم حضرات! مسلمانوں کی دینی و دنیوی بربادی کا سبب یہود و نصاریٰ کی معاشرت اختیار کرنا اور ان کے طور و طریق اپنانا ہے۔ آج کل یہ دشمن اسلام قوم برصغیر سے اگرچہ رخصت ہو چکی ہے مگر اس کے تہذیبی و معاشرتی اثرات پوری قوم کے وجود میں خون کی طرح سرایت کر رہے ہیں جس کی وجہ سے قوم میں اسلامی طرزِ معاشرت ناپید ہے۔ اور ہم اسلام کا نام لینے کے باوجود اسلامی احکام و اعمال سے کوسوں دور ہیں اور ہماری زندگی میں ان کی کوئی خو بُو نظر نہیں آتی

قرآن و حدیث سے دُوری

قرآن کے مذکورہ ارشاد کے بعد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے —— آپ فرماتے ہیں:۔

"من تشبہ بقوم فھو منھم"

جس شخص نے کسی قوم سے تشبہ اختیار کیا وہ قیامت کو انہیں میں سے اٹھے گا۔

علماء کرام اس ملک میں ہمیشہ سے یہ آواز اٹھاتے رہے کہ قوم کی نجات قرآن و حدیث پر عمل کرنے میں ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و اعمال کو وظیفۂ حیات اور نشانِ منزل بنانے میں ہے۔ لیکن دشمن اسلام طاقتوں نے علماء کرام سے مسلمانوں کو دور کرنے کے لئے تمام قوت صرف کر دی اور سرے سے علماء ہی کے خلاف پروپیگنڈا شروع کرا دیا اور ایسی ایسی چالیں چلیں کہ مولوی کا نام ہی توہین سمجھا جانے لگا۔

انگریز قوم نے مسلمانوں کو اسلام سے دُور کرنے اور ان کا شیرازہ منتشر کرنے کے لئے "جھوٹے نبی" گھڑے، زر خرید پیر اور مولوی پیدا کئے اور کالج اور اسکول بنائے۔ تاکہ ایک طرف مسلمان قوم حقیقی اسلام سے دُور ہو جائے، ان کی مرکزیت ختم ہو جائے، ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے، ان میں افتراق و انتشار کی حکمرانی ہو جائے، ان کے اندر سے روحِ جہاد کھینچ لی جائے اور دوسری طرف انہیں کالجوں میں اپنے ڈھب کی تعلیم دے کر ایسی نسل تیار کر لی جائے جو نام کے اعتبار سے تو مسلمان کہلائیں مگر عملاً نصاریٰ کی معنوی اولاد ہو۔

اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے اسی لئے فرمایا تھا:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

بہر حال مسلمان قوم کو اسلام سے دُور کرنے کی انگریزی سازشیں مسلمانوں کی غفلت اور نادانی کے باعث کامیاب ہوئیں۔ اور آج قوم کی اکثریت اسلام کا نام لینے اور خدا اور رسول کے واضح احکام کے باوجود کتاب و سنت سے دُور اور نصاریٰ کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ نیز علماء کرام جو اسلام کے ترجمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں ان پر خندۂ استہزا بلند کرتی ہے۔

علماء دشمنی اسلام دشمنی ہے

محترم حضرات! یہ حقیقت آپ کو کسی حالت میں فراموش نہ کرنی چاہئے کہ علماء کرام دین کا وقار ہیں۔ ان کی عزت سے دین کی عزت ہے،

اور ان سے دُوری درحقیقت دین سے دوری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انگریز قوم اور اس کے گماشتوں نے "مولوی" کے لفظ کو بدنام کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اس حقیقت کو بھانپ گئے تھے کہ جب تک مسلمان قوم "مولوی" کی بات سنتی ہے اسلام سے دُور نہیں ہو سکتی۔ مولوی اس قوم کو قرآن و سنت کی صدائے دلنواز و حیات آفرین سناتا اور اس کے قلوب کو گرماتا رہے گا اس لئے مسلمان قوم کو "مولوی" کے چنگل سے نجات دلانی چاہئے۔ چنانچہ اس نے اپنی مخالفت کا محور و مرکز "مولوی" کو بنا لیا اور مختلف حیلوں اور طریقوں اور اپنے زرخرید ایجنٹوں کے ذریعے ان کے خلاف نفرت ابھارنا شروع کر دی—— نیز مسلمان قوم کی نظروں سے مولوی کو گرانے کے لئے دیہات میں ان کا نام "کمیوں" (کمینوں) کی کی فہرست میں رکھایا۔ اور پرائمری پاس لوگوں کو تو ابتداء میں ووٹ کا حق دیا لیکن علومِ اسلامیہ کے فاضلین کو اس حق سے محروم رکھا—— اس کی وجہ محض یہ تھی کہ وہ سمجھتا تھا کہ صرف مولوی ہی قرآن و سنت کی بات کرتا ہے اور اسلام کی تعلیم اس کے راستے سے لوگوں تک آتی ہے اگر اس راستے کو بند کر دیا جائے، اور مولوی کی عزت عوام کی نگاہوں سے گرا دی جائے تو قرآن و سنت کی آواز خود بخود دب جائے گی۔ اور مسلمانوں کو اسلام سے دُور کرنے اور انہیں اپنا بے دام غلام بنانے کا مقصد حاصل ہو جائے گا۔

نتیجہ ظاہر ہے کہ مسلمان قوم مولوی سے دور ہو کر اسلام سے دُور ہوگئی اور اب ساری قوم میں یہود و نصاریٰ کی معاشرت جڑیں پکڑ چکی ہے۔ سبب اس کا محض قرآن کے اس حکم کی خلاف ورزی ہے کہ یہود و نصاریٰ کو دوست نہ پکڑو—— ابتداءً انگریزوں سے دوستی کی گئی تو یہ دن دیکھنے نصیب ہوئے کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے ہندوستان کی حکومت ہی نکل گئی۔ پھر نصاریٰ کی دوستی نے ہمیں ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں پاکستان سے محروم کر دیا ہوتا لیکن نصرتِ الٰہی کام آئی اور ہم کلمہ لا الٰہ الا اللہ بلند کرنے کی وجہ سے بچ گئے۔ اور اب مَیں دعوے سے کہتا ہوں کہ ہم نے اگر مذکورہ بالا فرمانِ الٰہی کو پیشِ نظر نہ رکھا اور یہود و نصاریٰ کی طرزِ معاشرت اور تہذیب و تمدّن کو ملیامیٹ کر کے سچے اسلام کو نافذ نہ کیا اور مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق اور وحدت ملّی پیدا کرنے کی کوشش نہ کی تو ہمارا حشر ہرگز اچھا نہیں ہوگا اور ہم تباہی و بربادی سے ہمکنار ہوں گے——

اللہ تعالےٰ ہم سب کو احکام خداوندی بجا لانے اور سچے اسلام کی تابعداری کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم دنیا میں زندہ و پائندہ قوم کی طرح باقی رہ سکیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

بقیہ: شذرات

زوال کے لئے کچھ نہ کچھ کردار ادا کیا ہے" اسی طرح اخلاقی قدروں کو اجاگر اور بلند کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ کردار ضرور ادا کرنا پڑے گا۔ اور اس کردار کی ادائیگی کے لئے بیگم لیاقت علی اور ان کی تنظیم یعنی خواتین نہایت اہم فرائض ادا کر سکتی ہیں کیونکہ عورت کی گود اولاد کی تعلیم و تربیت اور قوم کی اصلاحِ اخلاق کے لئے ایک بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔

اسلام نے بھی عورت کو بڑا اونچا مقام عطا کیا ہے۔ عورت اگر خلوص اور ایمانداری کے ساتھ قوم کی اصلاح اور ملّت کی اخلاقی قدروں کو بلند کرنے کا عزم کرلے تو آج کایا پلٹ سکتی ہے۔

بے پردگی، عریانی، ناچ رنگ اور غیر اسلامی طریقِ زندگی کے فروغ کے نتائج اخلاقی قدروں کے زوال و انحطاط کی صورت میں ظاہر نہیں ہوں گے تو اور کیا ہوگا؟

عصرِ حاضر کی خواتین اگر واقعی اخلاقی قدروں کا عروج و کمال چاہتی ہیں تو پھر انہیں اسلام کو حقیقی معنیٰ میں اپنانا ہوگا۔ اور ؎

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوشِ شبیرے بگیری

انتقال پُرملال

حلقہ احباب میں یہ خبر نہایت رنج و غم کے ساتھ سنی جائے گی کہ مولانا سید محمود جاوید ترمذی صاحب کے والد مولانا سید عبدالغنی شاہ صاحب ۴ راگست بروز سوموار داعی اجل کو لبیک کہہ گئے! اناللہ وانا الیہ راجعون' دعا ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس نصیب کرے اور لپسماندگان کو صبرِ جمیل عطا کرے (ادارہ)

جلسہ

مدرسہ عربیہ محمود العلوم قدیمی رجسٹرڈ خانپور بگا شیر منظفر گڑھ کا سالانہ جلسہ حسب دستور سابق ۱۵-۱۶-۱۷ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۹-۳۰-۳۱ راگست ۱۹۶۹ء بروز جمعہ، ہفتہ اتوار منعقد ہو رہا ہے جس میں مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری مولانا دوست محمد صاحب قریشی۔ مولانا عبدالقادر صاحب آزاد مولانا عبدالشکور صاحب دین پوری۔ اور مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب لائلپوری کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں (مہتمم مدرسہ)

جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث استاد العلماء حضرت مولانا رسول خان صاحب خلیفہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کا

تردیدی بیان

مولانا غلام غوث صاحب ناظم اعلیٰ جمعیۃ اسلام کے خلاف جو کچھ مجھے بتایا گیا تھا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ سراسر جھوٹ اور سراپا غلط ہے مولانا غلام غوث نے اکابر دیوبند میں سے کسی کی توہین نہیں کی اور نہ ہی وہ سوشلزم یا کسی غیر اسلامی تحریک کے حامی ہیں بلکہ خالص اسلام کا احیاء اور اسلامی نظام ملک میں رائج کرنا چاہتے ہیں اور وہ مخلص مجاہد اسلام ہیں۔ اس لئے میں اپنے اس بیان سے رجوع کرتا ہوں جو مجھے غلط اطلاعات دیکر ان بیان پر دستخط کرائے تھے میں حضرت تھانوی حکیم الامت رحمتہ اللہ علیہ سے متعلق ہوں ان کی عادت مبارکہ تھی کہ اگر کسی بیان یا فتویٰ کے متعلق یہ تحقیق ہو جائے کہ یہ غلط ہے تو فوراً اخبارات اور رسائل کے ذریعہ رجوع فرما لیتے تھے۔ میں بھی ان کی تقلید کرتے ہوئے اس بیان سے جو مولانا غلام غوث کے خلاف اخبارات میں شائع ہوا ہے رجوع کرتا ہوں اور مولانا غلام غوث سے معافی چاہتا ہوں۔

محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب

مولانا عزیز الرحمان صاحب نائب مفتی جامعہ اشرفیہ نے مولانا ہزاروی کے خلاف بعض اخبارات میں شائع ہونے والے بیان کی تردید کرتے ہوئے ایک بیان میں فرمایا ہے کہ حضرت مولانا غلام غوث مدظلہ العالی کے متعلق غلط قسم کے بیانات دکھائے گئے تھے جس کی تردید حضرت مولانا کے دوسرے بیانات سے کردی گئی ہے اور ہماری نظروں کے سامنے تردید آگئی ہے اس لئے اپنے پہلے بیان سے رجوع کرتا ہوں اور حضرت مولانا سے معافی کی درخواست کرتا ہوں۔

مجلسِ ذکر

٢٩ رجادی الاوّل ١٣٨٩ھ مطابق ١٤ راگست ١٩٦٩ء

اشرف المخلوقات کی ذمہ داریاں بھی اشرف ہیں

از حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم ——— مرتبہ: محمد عثمان غنی

اَلحَمدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلاَمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی: اَمَّا بَعدُ:
فَاَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ: بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ:—

یٰاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اَوفُوا بِالعُقُودِ ؕ (س المائدہ آیت ١)

ترجمہ: اے ایمان والو! وعدوں کو پورا کرو۔

تشریح: عقد کہتے ہیں گرہ لگانے کو، ایک چیز کے دو سرے جوڑنے کو۔

شکرِ نعمت

سب سے پہلے تو اس خالق اکبر کا، اس حیّ و قیوّم ذات کا ہم پر شکر لازم ہے کہ جس نے ہمیں اشرف ترین مخلوقات میں سے پیدا کیا۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ارذل مخلوقات میں سے بنانا چاہتے یا شیر، سانپ، بچھو بنانا چاہتے تو انہیں کون روک سکتا تھا۔ یہ اس کا ہم پر کرم اور احسان ہے کہ ہمیں اپنی اشرف ترین مخلوقات میں سے پیدا کیا۔

اخلاقِ عالیہ کا کامل نمونہ

ظاہر ہے کہ اشرف ترین مخلوقات کی ذمہ داریاں بھی اشرف ہیں۔ یعنی جو ذمہ داریاں پہاڑوں اور درختوں کی ہیں، شیروں، چیونٹوں کی نہیں۔ وہ آپ کی ہیں۔ وہ ہے اللہ تعالےٰ کی نیابت اور اس کی عطا کردہ خلافت۔ خَلِیفَۃُ اللّٰہِ فِی الاَرضِ۔ اللہ تعالےٰ نے حکم دیا۔ تَخَلَّقُوا بِاَخلاَقِ اللّٰہِ۔ اللہ تعالےٰ کے عادات، اخلاق کو اپناؤ۔ اللہ تعالےٰ کے اخلاق و عادات سارا قرآن اور ساری احادیث ہیں، کُل کی کُل کتب سماویہ ہیں، انبیائے کرام کی پوری تعلیمات حق تعالےٰ کے اخلاق و عادات کا مظہر ہیں اور خود جناب رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) بنفسِ نفیس اللہ تعالیٰ کی تخلیقِ کامل اور خلقِ اکمل کا مظہر ہیں۔ خود اللہ تعالےٰ تسلیم فرماتے ہیں کہ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ ٥ (القلم ٤) یعنی تجھ سے بڑھ کر اخلاقِ فاضلہ اور اخلاقِ عالیہ والا نہ پیدا ہوا ہے نہ ہوگا۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بے ادبی است

اور غالب نے کیا خوب کہا ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

کہ اللہ کے نبیؐ کی خصوصیات، اس کے کمالات، اس کو اللہ تعالےٰ نے جو انعامات عطا فرمائے ہیں، پھر اللہ تعالےٰ نے اس کو جو مردِ کامل، انسانِ کامل، مسلمانِ کامل بنایا ہے، مومن کامل بنایا ہے، جو جو اللہ نے ان کو انعامات دئے ہیں، اور جو اللہ نے ان کو علوم و فنون اور اپنے مخفی خزانے ان پر آشکارا کئے ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے۔ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

سارے انبیاء کرام اور ان کی تعلیمات ایک طرف اور ان کا مقامِ رفیع ایک طرف اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقامِ رفعت اور مقامِ عظمت ایک طرف، حضرت ابراہیمؑ کے لئے آیا ہے خلیل اللہ اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آیا ہے حبیب اللہ، حضرت موسیٰؑ کے لئے آیا ہے کلیم اللہ۔ حضرت عیسیٰؑ کے لئے آتا ہے روح اللہ— گویا آپؐ حبیب اللہ ہیں یعنی محبوب باری تعالیٰ ہیں۔ تو بہر حال حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر اللہ نے مجھے نہ پیدا کرنا ہوتا تو اس کائنات کو بھی جنم نہ دیتے۔ کتم عدم سے پردۂ وجود میں نہ لاتے۔ یہ کائنات ہے ہی ان کے لئے، یعنی یہ ساری برات اُسی دولہا کے لئے ہے، وہ "دولہا" بے گماں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس و امجد ہے۔ سارے انبیاء ایک طرف اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف، ساری کائنات ایک پلڑے میں اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے پلڑے میں ہوں تو لاریب یہی پلڑا بھاری ہوگا۔ کس بناء پر؟ یہ نہیں کہ ان کا وزن بہت زیادہ ہے، قد و قامت بہت زیادہ ہے یا جثۂ مبارک طول طویل ہے— نہیں بلکہ رتبہ بہت عالی بہت بلند ہے۔

اولیاء اللہ کا رتبہ

میں عرض کر رہا تھا کہ ان کے نام لیوا ہونے کی وجہ سے، اُن کی طرف نسبت ہونے کی بناء پر، اُن کے کلمہ گو ہونے کے باعث ہم پر بہت بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعد انبیاء کرام کا مرتبہ بہت بلند، مقدس، ارفع و اعلیٰ بنایا۔ انبیائے کرام کے بعد صلحائے عظام کا، اولیائے کرام کا مرتبہ بلاشبہ سب سے بالا و بلند ہے۔ سوائے شہداء کے کہ وہ بھی اللہ کے ولی ہیں اور نمبر ان کا ان سے پہلے ہے۔ اُن کے بعد پھر کوئی نہیں جو ان کا مقابل ٹھہرے۔ اَلاَ اِنَّ اَولِیَاءَ اللّٰہِ لاَ خَوفٌ عَلَیھِم وَلاَ ھُم یَحزَنُونَ ٥ (یونس ٦٢) ولی کے سر پر کوئی سینگ نہیں، ولی کی پیشانی پر کوئی لکھا نہیں کہ یہ ولی ہے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ درخت اپنے پھل سے اور انسان اپنے عمل سے پہچانا جاتا ہے— سو میرے اور آپ کے عمل کیا کہتے ہیں؟ دوست دشمن اسی کو پڑھے گا اور اسی کے مطابق آپ کی قدر و قیمت جانے گا۔

دیکھئے ایک چرچل ہزاروں فرانسیسیوں پر بھاری ہے۔ ایک چرچل کو انگریز قوم اپنا ہیرو مانتی ہے اور اس کے لئے اپنا تن من دھن نثار کرنے کے لئے تیار ہے وہ لاکھوں انگریزوں پر بھاری ہے۔ اسی طرح حضرتِ علی ہجویریؒ جن کی وجہ سے عوام الناس لاہور کو محبت اور عقیدت سے داتا کی نگری کہتے ہیں۔ اسی طرح دلی والے حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو سلطان جی کہتے ہیں، گویا آپ دلی والوں کے بے تاج بادشاہ ٹھہرے۔ حضرتؒ اور حضرت امروٹیؒ میرے اور آپ کے دادا پیر دلی میں کسی اجتماع میں تشریف لے گئے۔ حضرتؒ اور حضرت

امروٹی رحمۃ اللہ علیہ دونو کی عادت مبارک تھی کہ وہ جب بھی کسی شہر کسی کام سے جاتے تو زندہ بزرگوں کو ملتے اور وفات یافتہ بزرگوں کے مزارات پر جاکر فاتحہ خوانی کرتے۔ جب فاتحہ کے لئے حضرت نظام الدین پہنچے تو حضرت امروٹی نے فرمایا کہ پیری کا صحیح معنوں میں حق ادا کیا ہے تو حضرت نظام الدینؒ نے اور مریدی کا حق ادا کیا ہے تو حضرت امیر خسرو نے۔ اب چونکہ دونوں بزرگ ایک ہی جگہ مدفون ہیں لہٰذا دونوں ولیوں کے اجتماع کی وجہ سے جگہ کا نام نظام الدین اولیار مشہور ہو گیا۔ مسئلہ بھی یہی ہے کہ کسی زندہ ولی کے لئے اس سے تحصیل علم یا روحانی اصلاح و اسباق کے لئے جانا پڑے، اس کے لئے شریعت کی رُو سے گنجائش ہے۔ باقی وفات یافتہ بزرگوں کے لئے سفر کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں۔ صحیح مسئلہ تو یہ ہے۔ سوائے روضۂ اطہر، خانہ کعبہ اور بیت المقدس کے، پھر کسی بزرگ مرحوم و مغفور خواہ وہ کتنا ہی بالا و بلند مقام پر فائز ہو اس کے عرس یا کسی اور مقصد کے لئے شرعاً اجازت نہیں، تجارت کے لئے جاتے، کسی اور کام کے لئے جائے تو وہاں پر بزرگانِ کرام کے مزارات پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کرے اور قرآن حکیم پڑھ کے انہیں بخشے بخشائے چاہے یہاں بیٹھ کے آپ کر دیں تو سب ہی یکساں پہنچتا ہے۔

غلط عقیدے

بہر حال میں عرض کر رہا تھا کہ حضرتؒ فرمانے لگے کہ جب نظام الدین جنہیں ولی کہنا چاہیئے لیکن مشہور اولیاء ہو گیا اور "گنج بخش" اللہ تعالیٰ ہی ہو سکتے ہیں لیکن داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کا نام پڑ گیا۔ اب جو عرف ہوتا ہے۔ اس پر پکڑ نہیں ہوتی کیونکہ عقیدے کی بات الگ رہ جاتی ہے۔ اتنا ہی عرض ہے کہ آج یہ جو اللہ کے بندے جاتے ہیں سفر کر کے مقامات پر، اولیائے کرام کے مزارات پر، شرعاً اس کے لئے گنجائش نہیں ہے۔ کسی عالمِ دین سے، کسی پکے مفتی سے، کسی پکے عالم سے یہ مسئلہ پوچھتے تو پتہ چل جائے گا۔ صرف خانہ کعبہ، بیت المقدس اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے لئے سفر کرنا جائز ہے۔

عہد کی پابندی

حضرات! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب تک ہم پورے اسلام کو اپنا نہ لیں اس وقت تک پکے سچے مسلمان نہیں کہلا سکتے، ناقص مسلمان کہلا سکتے ہیں ہم کامل مسلمان اس وقت ہو سکتے ہیں جب کہ ساری ذمے داریاں ادا کریں۔ میری آج کی معروضات کا مقصد یہی تھا کہ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل آیت ۳۴) جب آپ نے وعدہ کر لیا، اب ذمہ داری آپ پر ہے، نماز کی، روزے کی، حج کی، زکوٰۃ کی۔ اور جو جو احکامات قرآن نے دئے ان سب کی، اور جو ان میں ذرّہ بھر کوتاہی کرے گا وہاں دھر لیا جائے گا۔ مالکِ یوم الدین کی عدالت میں ۔ ہر نماز میں ہم سے وعدہ کرایا جاتا ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اور غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ اللہ تعالیٰ انصاف کے دن کے، جزا کے دن کے، حساب کتاب کے دن کے مالک ہیں۔ مغضوب کو سزا، مظلوم کو اپنی رحمت کے درجات سے نوازیں گے۔ اور جو داعیانِ حق ہیں انہوں نے جو تکلیفیں راہِ خدا میں اٹھائی ہیں تواصی بالحق اور تواصی بالصبر، وہ یقیناً ایک دن اجرِ عظیم سے سرفراز کر کے جنت الفردوس میں ابد الآباد کے لئے بھجوا دئے جائیں گے اور جو کفار و مشرکین، بے ایمان، نافرمان فسق و فجور کے پتلے ہیں وہ سارے کے سارے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خلود فی النار یعنی ہمیشہ کے لئے جہنم رسید کر دئے جائیں گے۔ وہاں کوئی داد فریاد، کوئی سفارش نہیں چلے گی۔ وہ ذات محیط الکل ہے ۔ میں کہا کرتا ہوں کہ یہاں جرم کر کے آپ امریکہ میں پناہ لے سکتے ہیں، امریکہ میں جرم کر کے روس میں جا سکتے ہیں لیکن خدا کی خدائی سے باہر کون جا سکتا ہے اس کے عذاب سے دنیا کی ساری طاقتیں مل کے بھی نہیں بچا سکتیں۔ ساری طاقتیں مل کے انسان کی ایک لمحہ زندگی نہیں بڑھا سکتیں۔ یہ کائنات جو مالکِ ارض و سما نے بنائی ہے۔ اس میں سارے جن و انس مل کے ایک قطرہ پانی کا، ایک ذرہ زمین کا اگر مالک نہ چاہے تو یہ سب نہ بنا سکتے ہیں نہ گھٹا سکتے ہیں۔ سارے سائنسدان مل کے ایک انسان کی روح نہیں بنا سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں اپنے لئے مختص رکھی ہیں وہ انہی کے لئے ہیں اور جن کے لئے ہمیں آپ کو اختیار دے رکھا ہے اس اختیار میں ہم کودیں پھاندیں جو جی چاہے کریں ہمیں کون پوچھ سکتا ہے۔

ذمہ داریوں کی جواب طلبی

خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۝ کے تحت کیا کیا ذمہ داریاں ہم پر عائد ہوتی ہیں۔ اگر آپ حکمران ہیں تو ساری مملکت کی ذمے داریاں تنہا آپ پر عائد ہوتی ہیں، گورنر ہیں تو صوبہ بھر کی ذمہ داریاں تنہا آپ پر عائد ہوتی ہیں، ڈپٹی کمشنر ہیں تو ضلع کی ذمہ داریاں آپ پر عائد ہوتی ہیں ــــ اسی طرح كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی رعیت اور رعایا کی طرف سے جواب دہ ہے۔ ہمیں اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کے دیکھنا چاہیئے اگر ہر روز نہیں تو کبھی کبھی محاسبہ ضرور کرنا چاہیئے کہ ہم پر جو ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں بہ حیثیت انسان کے، بحیثیت مسلمان کے، بحیثیت باپ، بھائی، استاد وغیرہ کے کیا انہیں ہم نبھا رہے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو پھر تو آپ سے زیادہ خوش قسمت کوئی نہیں اور اگر خدا نخواستہ بھول چوک ہو گئی ہے تو دنیا میں اب بھی خلاصی ممکن ہے لیکن بعد از مرگ واویلا بے کار ہو گا۔ آنکھیں بند ہو گئیں پھر توبہ بھی بیکار ہے ــ فرعون کو جب غوطے ملے تو کہتا ہے اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ ۔ اللہ نے فرمایا بس وقت ختم ہو گیا ہے۔ دریا میں غوطے کھانے سے پہلے بھی شاید اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے لیکن مرض الوفات کے وقت جب عین موت کے منہ میں انسان ہو اور کہے توبہ، وہ توبہ معتبر نہیں، قابل قبول نہیں ع ۔ سلام روستائی بے غرض نیست ۔ وہ تو پھر مجبوری کے تحت ہے۔ رضا و رغبت، سوجھ بوجھ کے ساتھ اگر کوئی

(باقی صـ۱۲ـ پر)

رحمتِ دو عالم کے صحابہ کرام آپ کی زندگی میں بھی جاں نثار ساتھی تھے اور روضۂ اطہر میں بھی رفیق ہیں — !!

پیغمبر علیہ السلام کے دوستوں سے دشمنی، خود حضورؐ کی ذات اقدس سے ناراضگی کے مترادف ہے

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی ایک تاریخی تقریر — مرتبہ مجاہد الحسینی

گرمیوں کا موسم تھا۔ حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ مکان کی چھوٹی سی بیٹھک میں اپنے حلقہ متبعین میں بیٹھے تھے کہ مزار مخدوم حضرت بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین مخدوم مرید حسین شاہ مرحوم اپنے ہونہار فرزند مخدوم سجاد حسین شاہ اور دیگر مریدوں کی ایک مختصر جماعت کے ہمراہ تشریف لائے

مخدوم صاحب کی آمد پر حضرت شاہ صاحب سراپا استقبال بن گئے نہایت اعزاز و اکرام کیساتھ انہیں بٹھایا۔ مخدوم مرید حسین صاحب نے اپنے سالانہ اجلاس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں شرکت اجلاس اور خطاب عام کی خصوصی درخواست کی۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا مخدوم صاحب! اس خدمت کے لئے آپ نے خود تشریف لانے کی زحمت کیوں کی۔ آپ اپنے خدام میں سے کسی کو بھیج دیتے میں حاضر ہو جاتا!

مزار حضرت بہاء الحق زکریا ملتانیؒ پر دو روز سے اجلاس منعقد ہو رہے تھے۔ جن میں ملک کے نامور علمائے کرام خطاب کر چکے تھے رات آخری اجلاس تھا۔ حضرت شاہ صاحب حسب پروگرام جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے! حد نگاہ تک انسانوں کا ایک جم غفیر موجود تھا! حاضرین نے شاہ صاحب کی آمد پر نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے جب امیر شریعت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں کی گونج پیدا ہوئی تو شاہ صاحب نے ہاتھ اٹھا کر خاموشی کا اشارہ کیا مجمع میں ایک سناٹا چھا گیا۔ لوگ — گوش بر آواز تھے دیکھئے۔ شاہ صاحب اب کیا فرماتے ہیں —؟

شاہ صاحب۔ خطاب کے لئے کرسی نشین ہوئے تو مخدوم صاحب کے ایک عزیز نے آپ کی تقریر کو محفوظ کرنے کے لئے ریکارڈنگ مشین سامنے رکھی اور پھر مائیکروفون کے ساتھ اس کا رشتہ جوڑنے کی کوشش کی۔ شاہ صاحب نے لاؤڈ اسپیکر کیساتھ کچھ دوسرے آلات نصب ہوتے دیکھ کر دریافت کیا — بھائی —! یہ کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے جواب میں ریکارڈنگ مشین کا تذکرہ کیا۔

حضرت شاہ صاحب نے جلال آمیز لہجہ میں فرمایا۔ میرے سامنے سے یہ مشین اٹھالیجئے میں ایسے ذریعوں اور واسطوں کا قائل نہیں ہوں میری ریکارڈنگ مشین میری قوم ہے۔ جو میرے سامنے بیٹھی ہے جو کچھ مجھے ریکارڈ کرنا ہے وہ اسی میں کرتا ہے۔ — اس لئے مجھے براہ راست بات کرنے دیجئے۔

یہ کہہ کر — آپ نے اپنے مخصوص وجد آفریں لہجہ میں تلاوت قرآن مجید شروع کی فضا میں ایک ارتعاش تھا —! یوں محسوس ہو رہا تھا کہ پورا ماحول تلاوت آیات کے ساتھ جھوم رہا ہے۔ استغراق۔ اور محویت کا عجب سماں بندھ چکا تھا۔ کہ خطبہ مسنونہ کے ساتھ آپ نے تقریر کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا۔

صدر محترم! برادران اسلام۔ اور معزز و محترم خواتین!

اس جلسہ میں میری حاضری حضرت مخدوم صاحب ارشاد کی تعمیل میں ہے ان کے ارشاد عالی سے انکار میرے لئے ممکن نہیں —! جس محفل اور جس محل میں خطاب کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ چاہئے تھا کہ اس عظمت کے اعتبار سے ملک کی بڑی ہستیاں یہاں تشریف لاتیں (آپ نے پاکستان کے چند ممتاز علمائے کرام کے نام بھی لئے) لیکن یہ بڑے حضرات کہاں تشریف لائیں گے۔ کیونکہ ان کو تو فرصت نہیں دربدر پھرنے کی۔ یہ در بدر پھرنا تو میری ہی قسمت میں لکھا ہے۔

کلمۂ حق پہنچانے کے لئے محفل اور مکان کی بحث نہیں۔ مکین سے بحث ہے۔ وہ جہاں کہیں ہو تلوار کی دھار پر ہو۔ سکول میں ہو۔ کسی مدرسہ کا جلسہ ہو۔ مجھے تو جانے سے غرض ہے۔ اگر کوئی شخص جہنم کے کنارے پر بھی کھڑا ہو کر قرآن سننا چاہے۔ تو بخاری اسے ضرور سنائے گا۔

آپ نے فرمایا۔ محل خواہ کیسا ہو مکین کی وجہ سے خصوصی توجہ کا مرکز بن جاتا ہے

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے ایک چار دیواری بنائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى"

یعنی مقام ابراہیم کو عبادت گاہ بناؤ!

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس مقام کو عبادت کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ اس مقام کو صرف مکین کی خاطر عظمت دے دی گئی۔

آج جہاں یہ اجلاس ہو رہا ہے وہاں بھی ایک خدا کا برگزیدہ بندہ لیٹ رہا ہے اور جہاں اللہ والے ہوں وہاں انوار و برکات کا نزول ہوا کرتا ہے۔

آپ نے حضرت بہاء الحق زکریا ملتانیؒ اور حضرت شاہ رکن عالمؒ کی بزرگی اور ان کی عظمت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

یہی ملتان جس نے اپنی آنکھوں کے سامنے مختلف حکمرانوں کے عروج و زوال کا زمانہ دیکھا ہے، ان کی سلطنتیں ختم ہوگئیں مضبوط اور مستحکم قلعے غائب ہوگئے محلات کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ ان مزارات پر قبے آپ کو کیوں نظر آ رہے ہیں یہ اس لئے کہ ان کے نیچے جو بنیادیں موجود ہیں وہ مضبوط ہیں۔ ان قبوں کا کوئی کمال نہیں۔ نہ اسلام انہیں کوئی درجہ دیتا ہے اگر کمال ہے تو صرف مکین کا۔

آسمانوں کی سیر

حضرت امیر شریعت نے محل اور مکین کے عنوان سے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے گنبد خضراء کا تذکرہ مبارک شروع کیا۔ آپ نے انتہائی پرسوز اور کرب انگیز لہجہ میں فرمایا۔ میں حیران ہوتا ہوں۔ کہ خدا نے جس قوم کو آمنہ کا لعل دیا ہو۔ جسے امام الانبیاء فخر رسل، باعث کل۔ پیغمبر آخر الزمان ملا ہو اسے اور کیا چاہئیے۔

ذرہ ذرہ سجود ما شدہ است
بگو ندیم کہ اکنوں بہر ہمن چہ رسد

جس قوم کو ایسا محبوب خدا ملا ہو کہ رب العزت اس کی شان میں خود فرمائیں۔

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا

پاک ہے وہ۔ ذات باری تعالیٰ جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی۔ وہ اللہ جو اپنے بندے کو لے گیا پیغمبر علیہ السلام خود نہیں گئے۔ انہوں نے کہاں اس بات کا اعلان کیا ہے۔ کہ میں خود گیا ہوں۔ بلکہ وہاں سے واپسی پر اعلان کر دیا۔ وہ اللہ بڑی شان والا ہے اور پاک ہے — جو آسمان کی بلندیوں سے آگے تک لے گیا۔

لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ ایک انسان وہاں تک کیسے چلا گیا —؟ ہم چونکہ اتنی بلندیوں کی رفعتوں کو نہیں پا سکتے ہیں۔ اس لئے ان کی ذات گرامی کے بارے میں بھی فیصلہ دے دیا کہ وہ بھی نہیں گئے۔

بھائی! اللہ میاں فرما رہے ہیں۔ کہ انہیں میں لے گیا ہوں! — أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لے گیا اپنے بندے کو عبد سے مراد روح

مع الجسد ہے۔ جسم اور روح دونوں اکٹھے ہوں۔ تو عبد بنتا ہے۔ دونوں میں سے کوئی بھی علیحدہ علیحدہ ہو۔ تو اسے عبد نہیں کہا جا سکتا۔ تعجب اس بات پر ہو رہا ہے کہ یہ نور آسمان تک کیسے چلا گیا اس پر نہیں کہ وہ نور صحرائے عرب میں کیسے آیا۔ اس نے دانت شہید کرائے! مخالفوں کے طعنے برداشت کئے جسم لہولہان کرایا۔ زخمی ہوا۔ تیر کھائے اس پر تعجب نہیں۔ جانے پر تعجب ہے؟

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ جب آپ آسمان پر تشریف لے گئے۔ تو تمام نظام معطل کر دیا گیا۔ زہریلی ہوائیں بند ہیں۔ سرد اور گرم ہوائیں روک دی گئیں ہیں۔ زمین و آسمان کی تمام حرکتیں بند کر دی گئیں۔ جو چیز جہاں تھی اسے وہیں ٹھہرنے کا حکم دے دیا گیا دروازوں کی کنڈیاں۔ بستر کی ہلکی سی گرمی پانی کا بہاؤ۔ اپنے اپنے حال میں سب رُکے ہوئے ہیں۔ اور آپ جانتے ہیں۔ کہ جب شاہ کی سواری آجائے تو سارا نظام معطل کر دیا جاتا ہے۔ اور یہاں احکم الحاکمین نے شاہنشاہ دو عالم کو اپنے پاس بلوایا تھا۔ اتنی بڑی شان والی سواری آئے۔ تو استقبال بھی اتنے ہی اہتمام سے ہونا چاہیئے تھا۔

آپ نے فرمایا۔ یہ سب محل اور مکین کا اثر ہے۔ عطار کی دکان میں دماغ کی پرواز اور ہوتی ہے۔ غلاظت کے ڈھیر کے پاس اور۔ میدان جنگ میں اور۔ اور مغنی کے پاس اور۔ جس طرح مقام کے بدلنے سے اثرات بدل جاتے ہیں۔ اسی طرح مکین کے اثرات ہیں۔ جیسا مکین ہوگا ویسے ہی اثرات ہونگے

رفقاءِ محمدؐ حضرت امیر شریعت مدظلہ نے امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس بیان کرتے ہوئے حیرت انگیز لہجہ میں فرمایا۔

بعض کم ظرف اعتراض کرتے ہیں۔ کہ محمد کو ساتھی نہ ملے۔ اور نعوذ باللہ۔ جو ملے وہ کافر تھے! جن کے گھروں کا آٹا خود نبوت نے گوندھا — خدا کا نبی ہو کر منافقوں سے رشتے ناطے کرے؟ وہ ذات جس سے تمام انبیاء کرام کو نبوت ملی اس کو ساتھی نہ مل سکے؟

آپ نے اپنے روایتی جلال آمیز لہجہ میں فرمایا —

میں ایک بڑا ہی گنہ گار ہوں۔ اس کا یہ حال کہ اس کی مجلس میں بدمعاش نہیں رہ سکتا۔ اس کی جماعت میں شرابی نہیں رہ سکتا۔ منافق کے لئے گنجائش نہیں۔ ابھی کل ہی کی بات ہے۔ ملک تقسیم ہؤا۔ لُوٹا جنہوں نے لُوٹا۔ آپ ایک رضاکار بتائیے۔ جس کے گھر سے لوٹ گھسوٹ کی ایک سوئی نکلی ہو۔ مجھ کو تو ایسے ساتھی مل گئے اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی خاطر یہ کائنات پیدا کی گئی اسے ساتھی نہ مل سکے۔ اور اگر ملے تو منافق ملے انا للہ وانا الیہ راجعون کیا یہ اسلام کا نظریہ ہے

وہ جس کو ساتھی نہ ملے وہ محمدؐ کوئی اور ہوگا۔ وہ محمدؐ، جو آمنہ کے لعلؐ۔ عبداللہ کے بیٹےؐ اور عبدالمطلب کے پوتےؐ تھے۔ اس کے ساتھی منافق نہ تھے۔ اس کے ساتھی زندگی میں بھی رفیق۔ اور جب آپؐ دنیا سے تشریف لے گئے۔ تو وہ جاں نثار ساتھی رفاقت کا دم بھرنے کے لئے پھر ساتھ رہے۔ اور اب بھی روضۂ اطہر کے اندر آپ کا ساتھ دے رہے ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

نطق محمدؐ حضرت امیر شریعت نے قرآن پاک کی آیت وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى — کی تلاوت کرکے اس کا ترجمہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

محمدؐ جو لب ہلائیں۔ تو خدا کی منظوری سے آپؐ بات کا ارادہ ظاہر کریں۔ تو اللہ تعالےٰ فوراً وحی نازل فرماویں۔ میں ان کم ظرف لوگوں سے پوچھتا ہوں۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضؓ کو قبول کرتے ہوئے قَبِلْتُ کہا تھا۔ تو از خود کہا تھا یا قَبِلْتُ — خدا کے فرمان کے مطابق نزول وحی کے بعد کہا تھا —؟ حضرت محمدؐ۔ حضرت عائشہ رضؓ کو حلقہ زوجیت میں داخل کرنے کے اس وقت تک مجاز نہیں ہیں۔ جب تک کہ خود اللہ تعالےٰ نے اس کی اجازت نہ دی ہو — کہ ہاں اے میرے محبوب! اب آپ قَبِلْتُ کہہ کر اسے رفیقۂ حیات بنائیے!

شاہ صاحب نے سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح جس کے ساتھ کیا۔ اس کی صفات، اس کی خوبیاں، اس کے محاسن، اس کا خاندان، اس کا علم، غرضیکہ ہر ممکن طریق سے دیکھ بھال کے اطمینان حاصل کیا۔ ان امور کی ذمہ داری مجھ پر —!

ایسے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جب رفیقہ حیات کا مسئلہ سامنے آیا۔ تو کیا اللہ تعالےٰ نے یونہی منظوری دے دی۔ کہ نعوذ باللہ سرور دو عالمؐ کو شادی کے لئے کوئی مسلمان گھرانہ نہ مل سکا۔ حضرت عائشہ رضؓ کا رشتہ اللہ تعالےٰ نے خود تجویز فرمایا۔ اور جب اس رشتہ کو قبول کرتے ہوئے حضرت محمدؐ نے قَبِلْتُ کہا تو وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى کی رُو سے خدا تعالیٰ کی باقاعدہ منظوری سے۔

شاہ صاحب نے فرمایا۔ آج جو عورتیں ساری ساری رات سینماؤں میں رہیں۔ وہ تو مومن اور وہ جن کے گھر پیغمبر آخر الزماںؐ موجود ہوں۔ جبرئیلؑ جن کے گھر میں آئیں! جن کی مرضی کے مطابق قرآن پاک کی آیات نازل ہوں۔ وہ منافق۔؟

بینی جہاں را خود را نہ بینی؛
تا چند ناداں غافل نشینی!

شاہ صاحب نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا صحابہ کرام رضؓ کے متعلق عقیدہ غلط ہوا۔ نبوت کا دامن ہاتھ سے گیا —!

قرآن تو کہتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ!

اے نبی! تو ان کافروں اور منافقوں کے ساتھ جہاد کر اور ان پر خوب سختی کر!

وہ محمد ایک سے تو فرماتے ہیں۔ کہ بیٹی کا رشتہ دو! اور ایک کو خود بیٹیوں کے رشتے دے رہے ہیں۔ ذرا سوچ سمجھ کر بات کیجئے۔ کیا کہہ رہے ہو۔ اور کس پر اعتراض کر رہے ہو —؟

نبیؐ کو اپنے ساتھیوں کا پتہ نہ چل سکا؟ اور اگر پتہ چلا تو خدا کا — آسمان و زمین کا۔ اور خدا کے بے بہا خزائن کا۔ اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھیوں کے نفاق کا علم تھا۔ تو پردہ کیوں ڈالا۔؟ (نعوذ باللہ) پھر دونوں برابر —!

شاہ صاحب نے فرمایا۔ میری مجلس میں بیٹھ کر اور میرے ساتھی ہو کر انگریز کا دوست نہیں بن سکتا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ملے محمد رسول اللہ سے اور ان کے دوستوں سے دشمنی کرے؟ حضرت محمدؐ کے دوستوں سے دشمنی — حضرت محمدؐ سے دشمنی ہے! خدا سے دشمنی ہے۔!!

حرفِ آخر حضرت امیر شریعت نے سلسلہ تقریر ختم کرتے ہوئے فرمایا —

یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے من آدم الی ولد آدم یعنی آدم علیہ السلام سے لے کر ان کی اولاد تک دنیا کا صفات باری تعالےٰ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تمام دنیا کسی نہ کسی طریق سے خدا کو ضروری مانتی ہے۔ اور یہ بھی۔ کہ

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

ہمارے ملک میں انسان کے معاشی اور اقتصادی مسائل کے عنوان پر عجیب وغریب بحث وتمحیص کا بازار گرم ہے۔ کچھ لوگ "سوشلزم" کو انسان کی معاشی مشکلات کا حل سمجھتے ہیں اور کچھ کمیونزم۔
انسان کے اہم بنیادی مسائل کا اسلام کیا حل پیش کرتا ہے۔ اس موضوع پر جناب شکور طاہر ایم۔ اے نے قلم اٹھایا ہے حضرات قارئین سے درخواست ہے کہ موضوع کی نزاکت کے پیش نظر خدام الدین کے صفحات میں اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں تاکہ عصر حاضر کی مادی تحریکات کے مقابلہ میں اسلام کی عظمت اور بالادستی کے نقوش تابندہ و درخشندہ رہ سکیں۔! (مدیر)

اسلام کے چند اقتصادی مسائل

قدرتی وسائل پر حق اجتماعی ملکیت

انسانوں سے ترجیحی سلوک

شکور طاہر ایم اے

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ جس طرح قانون، معاشرت، اخلاق اور سیاست کے لئے اسلام نے بنیادی اصول پیش کئے ہیں۔ اسی طرح انسان کی معاشی سرگرمیوں کے لئے بھی اسلام نے چند بنیادی اصول اقتصاد پیش کئے ہیں، جو فطری بھی ہیں اور منصفانہ بھی۔ ان اقتصادی اصولوں کی کوئی عملی تعبیر یا مثال اس وقت دنیا میں موجود نہیں اور نہ ہی یہ اصول کسی منضبط نظریاتی شکل میں موجود ہیں (میرا اشارہ صرف اقتصادی اصولوں منضبط نظریاتی شکل کی طرف ہے!) تاہم یہ اقتصادی نظام وضع کیا جا سکتا ہے۔ اس مقصد کے لئے متعلقہ ملک یا قوم کی ضروریات کیمطابق مروجہ نظام ہائے معیشت میں سے کسی ایک میں ترمیم یا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اقتصادی نظام انسانی ذہن کی اختراع ہی تو ہے۔ کوئی صحیفۂ آسمانی تو نہیں کہ اٹل اور غیر مبدّل ہو۔ ہاں! اسلامی اقتصاد کے یہ بنیادی اصول ضرور غیر مبدّل ہیں۔

(۱) معاشی انسان کا وجود

معاشی انسان وہ ہوتا ہے جس کا مقصد حیات ہی کم از کم ذرائع سے زیادہ سے زیادہ دولت پیدا کرنا اور زیادہ سے زیادہ امکانی نفع کمانا ہو۔

اسلام کا نظریہ ہے کہ انسان کو دنیاوی مال و متاع پیدا کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا بلکہ عبادت الٰہی اس کی تخلیق کا مقصد ہے۔ قرآن پاک میں اس مطلب کی حامل بے شمار آیات موجود ہیں اور یہ متفقہ حقیقت ہے کہ بنی آدم کا مقصدِ حیات عبادتِ الٰہی، نظام ربوبیت کا قیام، رضائے الٰہی کی تلاش اور آخرت کی فلاح و بہبود ہونا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ وہ ہر دم پیٹ پوجا میں لگے رہیں۔ اور اپنے حقیقی فرائض سے غافل ہو جائیں۔ انسان کو دنیا سے نفرت ہونی چاہیئے کہ اس کے چاہنے والے کتے ہیں۔ انسان کو دنیا میں اپنی نفسانی خواہشات کی خاطر نہیں آخرت کی خاطر کام کرنا چاہیئے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ مومن کو دنیا میں جی نہیں لگانا چاہیئے کہ دنیا مومن کے لئے جیل خانہ ہے۔

اگرچہ پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی حیات طیبہ پر ایک نظر ڈالی جائے تو محسوس ہوگا کہ اسلام معاشی انسان کے وجود کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ محبوبؐ خدا کی زندگی بے شمار ایسے واقعات سے پُر ہے کہ کئی کئی دن تک گھر میں چولھا گرم نہیں ہُوا اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم پیٹ پر پتھر باندھے پھرتے تھے۔ حالانکہ ایک وقت ایسا بھی تھا جب ایک وسیع قطعۂ اراضی پر آپ کی ظاہری حکومت بھی رائج تھی لیکن "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ" کہنے والے ہادیٔ برحق (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے اپنے قول کی عملی تعبیر پیش کی۔ جب آپؐ کا وصال ہُوا تو آپ نے "نہ دینار چھوڑا، نہ درہم، نہ غلام، نہ لونڈی، اور نہ کوئی اور چیز سوائے اپنے ایک سفید خچر کے اور اپنے ہتھیار کے اور اس زمین کے جسے آپ نے صدقہ کر دیا تھا" بخاری شریف

حالانکہ اگر آپ چاہتے تو دنیا کی جملہ آسائشیں آپ کے لئے فراہم ہو سکتی تھیں۔ ترمذی شریف میں ایک حدیث منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"میرے رب نے مجھے پیش کش کی کہ میرے لئے مکے کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیا جائے۔
میں نے عرض کیا۔ اے اللہ! مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تو دوسرے دن بھوکا رہوں۔ تاکہ جب بھوکا رہوں تو زاری کروں اور تجھے یاد کروں۔ اور جب پیٹ بھروں تو تیرا شکر کروں اور تیری تعریف کروں۔"

اس طرح حضرت ابُو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

"جس کے پاس سواری سے زائد اونٹ ہوں وہ اسے دے دے۔ جس کے پاس سواری نہیں، جس کے پاس زائد زاد راہ ہو وہ اسے دیدے جس کے پاس زاد راہ نہیں۔"

ترجیحی سلوک

حضرت ابُو سعید رضی اللہ عنہٗ کہتے ہیں، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم اسی طرح مختلف احوال کا ذکر فرماتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ ہم نے محسوس کیا کہ ضرورت سے زائد مال رکھنے کا ہم میں سے کسی کو حق نہیں۔

تاریخ سب سے بڑے حق تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہٗ کے ارشادات کی محافظ ہے آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"لوگو!۔ اب ایسے کام کئے جانے لگے ہیں جو میری سمجھ سے بالا تر ہیں۔ خدا کی قسم! نہ تو کتاب میں ان کی کوئی سند ہے، نہ پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی سنت میں۔ واللہ۔! میری بدنصیب آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ حق پامال کیا جا رہا ہے اور غیر متقی لوگوں کو ترجیح دی جا رہی ہے۔

اے مالدارو! غریبوں کی طرف دیکھو اور اے سونا چاندی جمع کرنے والو! یاد رکھو! کہ اسی دولت سے تمہاری پیشانیوں، پیٹھوں اور پہلوؤں کو داغا جائے گا۔ اے دولت جمع کرنے والے! جان لے کہ دولت میں تین شریک ہیں اوّل تقدیر:۔ جو تجھ سے اجازت لئے بغیر تباہی یا موت کے ذریعے تیری دولت لے جائے گی۔
دوسرے وارث، جو منتظر ہے کہ تیری آنکھیں بند ہوں اور وہ دولت پر قبضہ کرے۔
تیسرے:۔ تو خود۔!

اگر تو چاہتا ہے کہ اُن میں سے کمزور شریک بن کر نہ رہے تو ضرور اس کا انتظام کر اور لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ پر عمل کرو!

"لوگو! تم اب ریشمی پردے اور دیبا کے گاؤ تکئے استعمال کرنے لگے ہو۔ اور اب تمہیں آذر بائیجان کے بنے ہوئے عمدہ نمدے پر سونے میں بھی تکلیف محسوس ہوتی ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم چٹائی پر سویا کرتے تھے۔ تمہارے ہاں اب رنگا رنگ کے کھانوں کے دور چلتے ہیں۔ جبکہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کو جَو کی روٹی پیٹ بھر میسّر نہ تھی۔"

تاریخ کے صفحات میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہٗ کا واقعہ بھی محفوظ ہے کہ ایک بار چند بزرگ صحابہؓ نے (جن میں حضرت عثمان علی طلحہ، اور زبیر رضی اللہ عنہم جیسے بشارت یافتہ صحابی بھی شامل تھے) خیال کیا کہ امیرالمومنینؓ کا وظیفہ جو بیت المال سے ادا کیا جاتا ہے۔ ان کی جائز ضروریات کے لحاظ سے کم ہے اور زندگی بڑی تنگی سے بسر ہو رہی ہے۔ انہوں نے باہم مشورہ کرکے فیصلہ کیا کہ امیرالمومنینؓ کو اس بات پر رضا مند کیا جائے کہ وہ اپنے وظیفے میں تھوڑا سا اضافہ کر لیں —— لیکن امیرالمومنینؓ کو یہ مشورہ کون دے؟ — کافی سوچ بچار کے بعد نگہ انتخاب آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر پڑی جو ام المومنینؓ بھی تھیں حضرت حفصہؓ اب اکابر صحابہؓ کی تجویز لے کر بارگاہِ فاروقیؓ میں حاضر ہوئیں اور انتہائی مناسب الفاظ میں صحابہؓ کی تجویز پیش کی۔ تجویز سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے چہرے پر غصّے کے آثار پیدا ہوئے اور آپ نے ان صحابہؓ کے نام پوچھے جنھوں نے یہ تجویز پیش کی تھی حضرت حفصہؓ چونکہ مزاج شناس تھیں اس لئے انہوں نے نام بتانے میں پس و پیش کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے جوش سے فرمایا! "مجھے ان کے نام معلوم ہو جاتے تو ان کے چہرے بدل دیتا۔ (یعنی اتنی سزا دیتا کہ چہروں پر نشان پڑ جاتے۔)

"اے حفصہؓ! تو ہی بتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا عمدہ سے عمدہ لباس تیرے گھر میں کیا تھا؟"

حضرت حفصہؓ نے عرض کیا کہ دو (۲) کپڑے گیروے رنگ کے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم جمعہ کے دن یا کسی وفد کی آمد پر پہنتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے پوچھا "کون سا عمدہ سے عمدہ کھانا تیرے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا؟"

حضرت حفصہؓ نے عرض کیا! "ہمارا کھانا جَو کی روٹی تھی۔ ایک بار ہم نے گرم گرم روٹی پر گھی کے ڈبے کی تلچھٹ الٹ کر اُسے چپڑ دیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے خود بھی اسے لطف لے کر نوش فرمایا اور دوسروں کو کھلایا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے پوچھا! "کون سا عمدہ بچھونا ہوتا تھا جو تیرے ہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بچھایا جاتا تھا۔"

حضرت حفصہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔ ایک موٹا سا کپڑا تھا، گرمی میں اسے دوہرا کرکے بچھا لیتے تھے۔ سردی میں آدھا بچھا لیتے اور آدھا اوڑھ لیتے۔"

یہ تھی آقائے نامدارؐ کی زندگی۔ آپ نے اپنے ارشادات کی عملی تفسیر پیش کی اور اپنے پیروکاروں کے لئے نقشہ کھینچ کر رکھ دیا کہ دنیا میں دل نہ لگانا یہ زندگی تو عارضی اور چند روزہ ہے، ثبات تو آخرت کی زندگی کو ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ مقدسہ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی حیات مبارکہ کا ایک ایک پہلو اس حقیقت کی منہ بولتی تصویر ہے کہ اسلام میں معاشی انسان کی کوئی گنجائش نہیں۔ مفتیٔ پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے الفاظ ہیں۔

"اس میں شک نہیں کہ اسلام رہبانیت کا مخالف ہے اور انسان کی معاشی سرگرمیوں کو جائز، مستحسن بلکہ، بسا اوقات واجب اور ضروری قرار دیتا ہے۔ انسان کی معاشی ترقی اس کی نگاہ میں پسندیدہ ہے اور کسبِ حلال اس کے نزدیک فَرِيۡضَةٌ بَعۡدَ الۡفَرَائِضِ (یعنی دوسرے درجے کا فرض) لیکن ان تمام باتوں کے ساتھ یہ حقیقت بھی اتنی ہی صداقت رکھتی ہے کہ اس کی نظر میں انسان کا بنیادی مسئلہ "معاش" نہیں اور نہ معاشی ترقی اس کے نزدیک انسان کا مقصد زندگی ہے۔ .... قرآن کریم کی نظر میں تمام وسائل معاش انسان کی رہگزر کے مرحلے ہیں۔ اس کی اصل منزل درحقیقت ان سے آگے ہے۔ اور وہ کردار کی بلندی اور اُس کے نتیجے میں آخرت کی بہبود ہے"

("اسلام کا نظام تقسیم دولت")

اسلام انسان کو یہ اجازت دیتا ہے کہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے رزقِ حلال پیدا کرے لیکن یہ اجازت نہیں دیتا کہ اپنے فرائض حقیقی کو بھلا کر صرف اور صرف دولت پیدا کرنے میں لگ جائے۔ (باقی باقی)

بقیہ: مجلسِ ذکر

ایمان لاتا ہے تو یہ ہے مقبول، یعنی لَاۤ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ (البقرہ ۲۵۶) دین میں زبردستی تو جائز نہیں۔ قَدۡ تَّبَيَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَىِّ (البقرہ ۲۵۶) حق و باطل اللہ نے آشکار کر دیا، واضح کر دیا۔ اب جو ایمان لاتا ہے تو سوچ سمجھ کے۔ کیونکہ ہر چیز اسلام کی واشگاف ہے اور اگر انکار کرتا ہے تو وہ بھی دلیل اور برہان کے ساتھ، سوجھ بوجھ کے ساتھ، عقل و خرد کے ساتھ۔ یہ نہیں کہ وہ دیوانہ ہے۔ دیوانہ تو مرفوع القلم ہے، اس پر تو کوئی قانون نہیں چلتا۔ یہ چرند پرند نباتات جمادات پر کوئی قانون نہیں چلتا —— قانون چلتا ہے آپ پر، مجھ پر اور جنّات پر، جو مکلّف ہیں، ویسے ذکراذکار کی بات ہو تو فرشتے بھی مکلّف ہیں — یوں وہ ہماری طرح مکلّف نہیں۔

دعا بہرحال اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو صحت و تندرستی کے ساتھ دین کی خدمت اور دین کی سمجھ، اللہ تعالےٰ کو عبادت سے، اللہ کے نبی کو اطاعت سے، اللہ کی مخلوق کو خدمت سے راضی کرنے کی توفیق دے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

بقیہ: درسِ قرآن

ہی کر لیں۔ اس خلیفۂ ظالم کا جنازہ پڑھایا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے۔ حَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ جس بات کے ساتھ ہم ٹھٹھا کرتے ہیں اللہ فرماتے ہیں کہ میرے حکموں کے ساتھ تم ٹھٹھا نہ کرو، میرے عذابوں کے ساتھ مذاق نہ کرو، میرے دین کے ساتھ مذاق نہ کرو، ورنہ دیکھ لوگے کہ میری پکڑ سے تمہیں کوئی بھی نہیں بچا سکے گا —— اللہ تعالےٰ مجھے آپ کو استہزاء بالدّین سے بچائے۔ آمین!

درسِ قرآن

از: حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب واہ کینٹ
مرتبہ: محمد عثمان غنی بی اے

(۶)

فرمایا کہ جب عذاب آئے گا تو عذاب تم سے ہٹے گا نہیں۔ چنانچہ عذاب آیا — بدر کے دن عذاب آیا۔ میرے بزرگو! (اس میں اشارہ ہے عذابِ بدر کی طرف، یاد رہے) کیونکہ میں نے ابھی عرض کیا کہ مکّے کے لوگ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا۔ قرآن شریف میں آتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے سورت حدید میں فرمایا کہ جن لوگوں نے فتح مکّہ سے پہلے ایمان قبول کیا، ان کے درجات واقعی بہت بلند ہیں اور جن لوگوں نے فتح مکّہ کے بعد ایمان قبول کیا اُن کے درجات اُن سے کم ہیں۔ لیکن كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط (الحدید ۱) ان سب کے ساتھ مَیں نے وعدہ کیا حسنیٰ کا، بہتر سلوک کا، جنّت کا — صحابہؓ سارے کے سارے عدول ہیں۔ جس نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک منٹ پہلے بھی ایمان قبول کیا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کر کے، وہ بھی صحابی ہے، جو دس سال حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں رہا وہ بھی صحابی ہے۔ صحابی کسے کہتے ہیں؟ جس نے اپنی آنکھ سے دیکھا، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالتِ ایمان، وہ صحابی ہے — اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ۔ امام شافعیؒ کا مقولہ ہے۔ فرمایا صحابہ سارے کے سارے عدول ہیں، اُن کا بہت بڑا مقام ہے۔ جن کو شرفِ صحبت حاصل ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ — تو اس لئے یہ اشارہ ہے غزوۂ بدر کی طرف۔ غزوۂ بدر میں میرے بزرگو ستّر کافر مارے گئے اور ستّر سے کچھ زیادہ گرفتار کئے گئے تھے۔ اس لئے فرمایا جب وہ عذاب آئے گا، اِس محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تم بے دست و پا سمجھتے ہو، جن صحابہؓ کے ساتھ تم ٹھٹھا کرتے ہو۔ پہلے پارے میں گذر چکا ہے، وہ کہتے تھے، اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ (بقرہ ۱۳) یہ بلال وغیرہ ہمارا کیا بگاڑ لیں گے؟ فرمایا یہی صحابہ ہوں گے، اللہ کی مدد ان کے ساتھ ہو گی کہ وہ تمہارا بدر میں بھُرکس نکال دیں گے۔ چنانچہ ستّر کافر مارے گئے۔ ابوجہل کو دو یتیم بچّوں نے مارا — ارشاد فرمایا۔ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ، یاد رہے جس دن ان پر عذاب آئے گا اس دنیا میں بھی، لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ۔ وہ عذاب ان سے نہ ہٹے گا — ابولہب پر بیماری مسلّط کر دی گئی۔ اس کے بدن میں ہر وقت آگ لگی رہتی تھی۔ ابولہب یوں جہنم رسید ہوا۔ عذاب کی مختلف کیفیتیں ہوتی ہیں۔

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اور آ پڑے گا ان پر وہ عذاب جس کے ساتھ یہ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ آج یہ مذاق سمجھتے ہیں کہ عذاب کیسے آ سکتا ہے؟ عذاب سے پہلے ہم پیش بندی کر لیں گے، یہ کر لیں گے وہ کر لیں گے۔ میرے بھائی! عذابِ الٰہی کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالےٰ جو چاہیں میرے بزرگو! وہ کر سکتے ہیں، اللہ کے عذاب کو کوئی بھی نہیں روک سکتا۔ انسان کا اپنا ارادہ انسان کی اپنی ساری قوّتیں اور طاقتیں یہ فنا ہو جاتی ہیں۔

حضرت سفیانِ ثوری رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالےٰ کے بہت بڑے ولی گذرے ہیں، صاحبِ مذہب بھی تھے آپ، یہ فُضَیل ابنِ عیاض وغیرہ آپؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ عراق سے چلے گئے ہجرت کر کے۔ خلیفۂ بغداد کے ساتھ آپ کی کچھ کھٹ مٹ تھی۔ کھٹ مٹ کیا ہوتی ہے۔ اللہ والے کیا کہتے ہیں؟ وہ تو دعائیں مانگتے ہیں۔ ان کی کچھ ڈیوٹیاں ہوتی ہیں ان کو وہ ادا کرتے رہتے ہیں۔ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط اللہ والے اور کیا کسی سے مانگتے ہیں؟ تو وہ مکّہ مکرمہ تشریف لے گئے، خلیفۂ بغداد سے ناراض ہو کر — مکّہ مکرمہ میں آپ بیت اللہ شریف میں آرام فرما تھے کہ وہی خلیفۂ بغداد حج کے ارادے سے جا رہا تھا اور اس نے اپنا قاصد پہلے بھیج دیا۔ بڑے غرور و گھمنڈ میں کہ جا کر سفیانِ ثوری سے کہہ دو کہ وہاں سے تو بچ کر آ گیا ہے، اب یہاں تجھے کون بچائے گا؟ اللہ کے بندوں کے ساتھ چھیڑنے کا فائدہ ہی کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ۔ جو میرے کسی ولی کے ساتھ دشمنی کرے گا اُس کو میرا اعلانِ جنگ ہے اور پھر اللہ کے جو طریقے ہوتے ہیں فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا (الحشر ۱) خدا وہاں سے آ جاتا ہے جہاں سے گمان بھی نہیں ہوتا — وہ آ جاتا ہے — فرشتے آ جاتے ہیں، عذاب آ پہنچتا ہے۔ انسان سوچ بھی نہیں سکتا اللہ کے عذاب کے آنے کو۔

سفیان ثوری سے کہا گیا کہ وہ تو آ رہا ہے، کہتا ہے یہاں کون بچائے گا۔ یہ وہ وقت تھا کہ آپ بیت اللہ شریف کے باہر حطیمِ کعبہ میں لیٹے ہوئے تھے۔ اور آپ کے پاؤں فُضَیل ابنِ عیاض دبا رہے تھے۔ یہ بھی اللہ کے بہت بڑے ولی گذرے ہیں فُضَیل ابنِ عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور وہ رو پڑے کہ حضرت! یہ خبر آئی ہے کہ وہ تو خلیفۂ بغداد آ رہا ہے اور اس نے کہا ہے کہ مَیں یہاں نپٹ لوں گا سفیان ثوری کے ساتھ۔ (مذاقاً کہا) (حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ پہ بات کر رہا ہوں)

آپ نے فرمایا۔ کہ "اُسے آنے تو دو۔ ہو سکتا ہے اس کا جنازہ مَیں پڑھا دوں۔ آنے تو دو اُسے۔ یہ کہا سفیانِ ثوری، اللہ کے ولی نے حطیمِ کعبہ میں۔ چنانچہ واقعی یہی بات ہوئی۔ راستے میں اونٹ بدکا، خلیفہ صاحب نیچے گرے اور وہیں موت واقع ہو گئی اور اس اونٹ پر پھر خلیفہ کا تابوت پہنچا مکہ مکرمہ میں، مسجدِ حرام میں۔ پھر سفیانِ ثوری نے ترس کھایا کہ اس نے میرے ساتھ یہ کیا تھا، چلو اب اس کی دعائے مغفرت

(باقی صـ۱۲ پر)

درسِ حدیث

درسِ حدیث کے عنوان سے گذشتہ دو اشاعتوں میں حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہ کا اسم گرامی کاتب نے سہواً تحریر کر دیا ہے۔ درحقیقت یہ درسِ حدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ شیخ الحدیث اکوڑہ خٹک کا ہے۔ اس درسِ قرآن وحدیث میں حضرت مولانا بشیر احمد صاحب مدظلہ شریک تھے حضرات قارئینِ کرام تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ وہ آیت مبارکہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں۔ چور مرد اور چور عورت دونوں کا ہاتھ کاٹ دو ــــ اس آیت میں مرد کو پہلے ذکر کیا۔ وَالسَّارِقُ ــــ اور عورت کو بعد میں ــــ اور دوسری آیت ہے ــــ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (س النور ۲ آیت ۲) وہ عورت جو زنا کرے، وہ مرد جو زنا کرے، ان کو سو دُرّے لگاؤ (اگر زنا کا ثبوت ہو) ــــ

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اپنے شاگرد مولانا تھانویؒ سے کہ بھائی! دونوں جگہ حد کا مسئلہ ہے ــــ پہلی جگہ تو وَالسَّارِقُ مقدم ہے، چور مرد، چور عورت ــــ اور یہاں دوسری آیت میں عورت مقدم ہے۔ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِیْ۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سوچ کر کے عرض کیا، جواب دیا استاذ کو، انہوں نے کہا حضرت! میرے دل میں تو یہ بات آتی ہے کہ یہ چوری جو ہے، یہ باہمت کا کام ہے چوری کرنا تو آسان کام نہیں چونکہ چور تو مرد بھی ہوسکتا ہے، عورت بھی، لیکن چوری کے لئے ہمت کی ضرورت ہے، اور ہمت آدمی میں بہ نسبت عورتوں کے زیادہ ہے۔ اس لئے چوری مردوں میں بہ نسبت عورتوں کے زیادہ ہوسکتی ہے اور اُن میں ہمت بھی زیادہ ہے اس لئے اللہ نے ان کو پہلے ذکر کر دیا۔ اور یہ زنا جو ہے۔ اس کا منشاء شہوت ہے شہوت انی ــــ اور شہوت عورتوں میں بہ نسبت مردوں کے زیادہ ہے۔ اس لئے یہاں عورت کو مقدم کیا ــــ تو خیر حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ بڑے غصے ہوگئے اور یہ کہا کہ نہیں، یہ جو تم نے توجیہہ بیان کی ہے، اگر ایسا ہوتا تو قیامت کے دن چور کہے گا یا اللہ! تو نے مجھے قوت مردانگی اور ہمت دی تھی اسی لئے میں نے اُس قوت کو استعمال کرلیا تو آپ مجھے کیوں پکڑتے ہیں؟ وہ تو میں نے فطرت کے مطابق چوری کی ــــ مردانگی اسی لئے دی تاکہ لڑوں اور چھینوں ــــ اور عورت کہے گی کہ یا اللہ! اگر مجھ سے غلطی ہوئی تو قوت شہوانی آپ ہی نے دی تھی، سب سے زیادہ دی تھی، اس لئے میرا مواخذہ کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے آپ نے جو نکتہ بیان کیا یہ نکتہ تو ایسا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فَاجْلِدُوْا فَاقْطَعُوْا نہ مرتب ہونے چاہئیں ــــ وہ تو اُن کو چھوڑتا ہے ــــ حضرت تھانویؒ نے عرض کیا" حضرت! آپ ہی بتائیں۔ فرمایا کہ میرے دل میں اللہ نے یہ بات القاء کی کہ یہ چوری جو ہے یہ حرام کھانا ہے۔ مرد کے لئے حلال ذریعے سے کمائی کے بہت سے طریقے ہیں وہ تجارت کرسکتا ہے ملازمت کرسکتا ہے مزدوری کرسکتا ہے، چونکہ وہ آزاد ہے ہر جگہ چل پھر سکتا ہے، تو حلال روزی حاصل کرنے کے بہت سے طریقے ہیں اور اس پر مرد قادر ہے ــــ اور عورت جو ہے اُس کے لئے اتنے ذرائع نہیں ہیں جتنے کہ مرد کے لئے ہیں۔ اس لئے کہ عورت بچاری پردے میں ہے باہر نہیں پھر سکتی، ہاں گھر میں بیٹھ کر مشین وغیرہ کا کام کرے یہ تو ہوسکتا ہے لیکن مرد کے پاس جتنے ذرائع حلال کمائی کے ہیں وہ عورت کے پاس نہیں ہیں، پردے اور گھر میں ہے ــــ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجرم کو پہلے ذکر کیا کہ مرد جس کے پاس حلال کمائی کے ذرائع بکثرت ہیں پھر بھی وہ چوری کرتا ہے۔ تو وہ ایک نمبر ظالم اور چور ہے ــــ وَالسَّارِقُ ــــ اور عورت جو ہے، اُس کی چوری بھی گناہ ہے لیکن وہ نمبر ۲ پر ہے اس لئے کہ اُس بچاری کے پاس حلال ذرائع آمدنی کے نہیں ہیں، اس لئے وہاں عورت کو بعد میں ذکر کیا، مرد کو پہلے ذکر کیا ــــ نمبر ایک بدمعاش ــــ اور اس میں عورت کو کیوں پہلے ذکر کیا؟ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا دیکھو یہ زنا جو ہے یہ تو اُسی وقت ہوتا ہے کہ جہاں پر کوئی حجاب نہ ہو، اُس وقت یہ زنا متحقق ہوتا ہے اب یہاں پر دیکھیں مرد ہے، مرد تو باہر گھومتا ہے، مرد کے لئے حجاب اور ستر کا حکم نہیں، ہاں مرد کے لئے حکم ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (س النور آیت نمبر ۳۰) مسلمانوں سے کہہ دینا کہ جب راستے پر جاتے ہو، اور کوئی اجنبی عورت آئے تو تم آنکھ کو نیچے کرلو

ایک دفعہ صحابہؓ کو، مسلمانوں کو عیسائیوں نے پکڑ لیا اور پکڑنے کے بعد کہا کہ گرجے میں انہیں لے جاؤ اور جتنی حسین اور جمیل عورتیں تھیں وہ وہاں لے آئے تاکہ یہ اُن پر فریفتہ ہوکر اپنے ایمان کو کھو بیٹھیں ــــ آج کل ہمارے ساتھ بھی یہی سلوک ہو رہا ہے۔ اللہ نے یہ نہیں کہا کہ مرد ایک کمرے میں بیٹھ جائیں پردے میں راستے میں نہ جائیں، ہاں یہ کہا کہ جب کوئی اجنبی عورت آئے تو آنکھوں کو نیچے کرلو۔ تو گویا مرد کے لئے حجاب نہیں ہے، تو اُس کے لئے زنا کے راستے کھلے ہیں اس لئے وہ ہر جگہ جاسکتا ہے، بازار میں وہ جاسکتا ہے، جنگل میں وہ جاسکتا ہے، جہاں جہاں عورت نہیں جاسکتی، وہاں مرد جاسکتا ہے، اس لئے کہ وہ ذرائع جو موانع ہیں زنا کے وہ مرد کے حق میں کم ہیں، بخلاف عورت کے کہ عورت کے لئے تو حکم ہے کہ تم گھروں میں رہو، تم گھر کی مالکہ ہو، تم گھر میں رہو، گھر سے باہر بلا ضرورت نہ نکلنا اگر نکلنا بھی ہو تو حجاب اور پردے میں۔ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ (س النور آیت ۳۱) ــــ یہ بھی حکم ہے ــــ دوسرے مقام پر اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

حنیف رضا، لائل پور ★

خطابت موت کے دروازے پر

خطیب اعظم حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات!

الحاج حنیف رضا ملک کے ان نوجوان انشاپردازوں اور اہل قلم میں سے ہیں، جن کی تحریر میں ادب کا بانکپن اور خطابت کا شکوہ ہوتا ہے۔ انہوں نے برصغیر پاک و ہند کے خطیب اعظم امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے آخری لمحات نہایت شستہ انداز میں قلم بند کر کے امیر شریعت کے ایک اہم باب کی تکمیل کی ہے ــــ! (مدیر)

۲۲ اگست ۱۹۶۱ء کو "گرد، گرما، گدا و گورستان" کے شہر ملتان میں ایک پکی قبر کا اضافہ ہو گیا قبرستان کے پر پیچ راستوں پر انسانی سروں کا سمندر امڈ آیا تھا۔ بچے، بوڑھے، جوان، عوام و خواص بلا تفریق مراتب اشکبار چہروں، اور ڈوبتے دلوں سے میت کو لحد میں اترتا دیکھ رہے تھے۔ گرمی معمول سے بہت زیادہ تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آفتاب کرۂ ارضی کے قریب آگیا ہے اور میت کے ساتھ ہی دفن ہونا چاہتا ہے۔ پاکستان کے طول و عرض سے آئے ہوئے سوگوار اس عجلت میں گھروں سے نکلے تھے کہ اکثر کو زادِ راہ تک لینے کا ہوش نہ رہا تھا۔ دفن ہونے والی شخصیت اگرچہ سالہا سال سے زندگی سے بے نیاز تھی لیکن گزشتہ شام ریڈیو سے اس کے وصال کی خبر سن کر لاکھوں نفوس تڑپ کر آخری دیدار کے لئے نکل پڑے تھے۔ رات بھر سپیشل گاڑیاں چلتی رہیں۔ دن چڑھے تک ملتان کے محلہ تھی شیر خاں کے ایک بوسیدہ سے مکان کے سامنے انسان ہی انسان جمع ہو گئے تھے۔ یہیں خطیب اعظم امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنی جان جان آفرین کے حوالے کی تھی۔

بزم و رزم کے ساتھی

آخری زیارت کرنے والوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا تھا۔ بعد کی ٹرینوں سے آنے والے جوق در جوق ایمرسن کالج کی گراؤنڈ کی سمت جا رہے تھے ملتان کے در و دیوار سے حزن و ملال ٹپک رہا تھا۔ گلی کوچے ویران تھے۔ بلند و بالا عمارتیں مبہوت کھڑی تھیں۔ محمد بن قاسم کی معزولی و گرفتاری پر اس کی رعایا کی آہ و زاری کے جو دل گداز واقعات تاریخ میں رقم ہیں، آج کا ملتان انہیں دہرا رہا ہے۔ نو واردوں کو راستہ دکھانے والا کوئی نہ تھا۔ جنازہ اٹھایا گیا تو انسانوں کا یہ سیلاب قبرستان کی طرف روانہ ہوا۔ ہر شخص جنازے کو کندھا دینے کے لئے بے تاب تھا۔ شاہ جی کے بیٹوں، عزیزوں، رشتہ داروں کے علاوہ ان کے پرانے ساتھی، رزم و بزم کے ہمراہی، جیل و ریل کے جاں نثار، جماعتی رفقاء بھی آہستہ آہستہ ساتھ چل رہے تھے ان میں قاضی احسان احمد شجاع آبادی بھی تھے جنہیں شاہ جی بیٹا کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ ماسٹر تاج الدین انصاری بھی تھے جنہوں نے اپنی زندگی کے بے شمار شب و روز شاہ جی کی رفاقت میں گزارے تھے۔ شیخ حسام الدین بھی تھے جو ہر معرکے میں ان کے ہم رکاب رہے تھے۔ مولانا محمد علی جالندھری بھی تھے جو آج بھی ان کے مشن کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ نوابزادہ نصر اللہ خاں، آغا شورش کاشمیری، مولانا تاج محمود اور مولانا مجاہد الحسینی کے علاوہ ان گنت علماء، سیاست دان، ادیب، شاعر، صحافی، طالب علم، عقیدت مند اور سرکاری نمائندے سر جھکائے خاموشی سے چل رہے تھے۔ جیسے گوش بر آواز ہوں۔ اور منتظر ہوں کہ ابھی الحمد للہ سے حجازی لے شروع ہو گی اور سامعین کو ذرد دھا کے ارد گرد لے جائے گی اور وہ چشم تصور سے قرآن کو نازل ہوتا دیکھیں گے۔ ان کانوں نے بارہا اس آواز کو سنا تھا اس آواز کے لاتعداد معجزے دیکھے تھے۔ شیکسپیئر کے جولیس سیزر میں اس کا ایک کردار محض اپنی خطابت کے بل پر لوگوں کو رائے بدلنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ یہ ایک شاعر اور ڈرامہ نویس کے تخیل کی پرواز تھی۔ لیکن اس ملک میں ابھی ایسے لوگ بقید حیات ہیں جنہوں نے وہ نظارہ دیکھا ہے جب شاہ جی موچی دروازہ سے تقریر کرتے ہوئے حاضرین کے دل و دماغ پر قبضہ کر چکے تھے اور ایک اشارہ پر پورا مجمع رات کے پچھلے پہر موچی دروازے سے مغل پورہ انجینئرنگ کالج کے دروازہ تک پہنچ گیا تھا۔ اس آواز کے بیشمار شہ پارے آج بھی ان کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ اور جس نے جھوٹے مدعئ نبوت کو بارہا للکارا تھا ــــ!

"میں نبیؐ کا نواسہ ہوں، وہ نبی کا بیٹا ہے۔ وہ میدان میں آئے، مناظرہ کرے، اس سے کہو چھپ کر نہ بیٹھے۔ وہ انگریز کے عطا کردہ الہامات لے کر آئے اور ادھر میں لاتا ہوں محمد عربیؐ پر نازل شدہ قرآن مجید کو۔ میں کوثر کا پانی پی کر آؤں وہ پلومر کی ٹانک وائن پی کر آئے، میں موٹا جھوٹا پہن کر آؤں، وہ ریشم و اطلس میں اپنا مرمریں بدن سمیٹ کر آئے۔ پھر دیکھئے بات کیا رنگ لاتی ہے۔ یہ پردہ دار نازنین کی طرح مرزا محمود چھپ کر کیوں اندر بیٹھا ہے۔ ایک دفعہ میدان میں اترے، مولا علیؓ کے کرتب دیکھے جو میدان چاہے منتخب کرے جس طرح چاہے اپنی روحانیت آزمائے ــــ ع

تیری ہر مسیا بدنامی، موتئے دے لونگ والیئے

جواہر خطابت

مدح صحابہؓ کے لئے یہ زبان کھلتی تو دلوں پر نقش ہو جاتی۔

"میرے غیرت مند بھائیو،! ایسا نہ ہو کہ تم تلوار تو اٹھاؤ صحابہ کرامؓ پر اور گھر برباد ہو جائے محمد رسول اللہؐ کا! یاد رکھو اصحاب کرامؓ کو دیکھتے وقت دامن نبوت اور عصمت نبوت کو بھی دیکھ لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ صحابہ کے دامن پر حملہ کرتے وقت دامن نبوت تار تار کر دیا جائے۔"

تھڑ دلوں کے بارے میں ارشاد ہوتا۔

"میں بخاری ہوں، مودودی نہیں ہوں، آج وہ کہتا ہے کہ میں تحریک (تحریک ختم نبوت) میں شامل نہیں تھا۔ میں کہتا ہوں شامل تھا۔ اگر مودودی شامل نہیں تھا تو میں ان سے حلفیہ بیان کا مطالبہ نہیں کرتا، صرف یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اپنے لڑکوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر اعلان کر دیں، سچ جھوٹ سامنے آجائے گا۔ مودودی صاحب تحریک کی ذمہ داری سے ہزار دامن بچائیں لیکن میں ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔ میں تحریک میں شامل تھا۔ جو شامل تھا، اس نے سال کاٹی جو شامل نہیں تھا اس نے دو سال کاٹی۔ جب میں رہا ہوا تو جیل کی ڈیوڑھی پر آ کر کہا کہ جنہوں نے تقریریں کیں وہ رہا ہوئے جنہوں

نے سر ہلایا وہ پھنسے رہے! کیا یہی ہے دیانت کہ ہزاروں کو مروا کر کہا جائے کہ میں شامل نہ تھا؟ ارے تم سے تو کافر گلیلو ہی اچھا تھا۔ جس نے زہر کا پیالہ پی لیا تھا۔

دلوں کا حکمران

آج خطیب اعظم کی یہ زبان ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی تھی ——— جس شہر نے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے عروج کا زمانہ دیکھا، جہاں حضرت بہاؤالحق ذکریا ملتانیؒ، شاہ شمس سبزواری اور شاہ رکن عالم جیسی ہستیاں جلوہ افروز ہوئیں۔ آج اسی سرزمین میں ایسا شخص دفن ہو رہا تھا۔ جس نے اپنی خطابت، حاضر دماغی، پرجستگی، بذلہ سنجی اور قرآن خوانی کی بدولت کروڑوں دلوں پر حکمرانی کی تھی۔ جس نے برطانوی سامراج کو للکارا۔ جرم حریّت کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ جو شہر شہر، قریہ قریہ، گاؤں گاؤں غلام قوم کو نغمہ آزادی سناتا رہا۔ جس نے شاتم رسولؐ راج پال کا تعاقب کیا اور علم الدین جیسے باعزت نوجوان پیدا کئے آج وہ جسد پیوندِ خاک ہو رہا تھا۔ ملتان کے حکام نے تاریخی قلعہ میں مزار کے لئے جگہ کی پیش کش کی۔ لیکن شاہ جی زندگی بھر کبھی سرکار کے زیر بار احسان نہ ہوئے تھے۔ لہٰذا ورثاء نے قبول نہ کیا۔

قبرستان میں لاکھوں افراد کی موجودگی سے گرمی کی شدت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔ شاہ جی کے بڑے لڑکے سید ابوذر بخاری اور دیگر ممتاز احرار کارکن لحد میں اُترے اور ——— مل کر جسدِ خاکی قبر میں اُتارا، اور مٹی ڈالی۔ یہ سماں نہایت ہی جگر پاش اور رقت انگیز تھا۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ اللہ اللہ کیسی کیسی شخصیتیں پیوندِ زمین ہو گئیں۔ غالب نے ایسے ہی موقعے پر کہا تھا کہ ؎

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم!
تو نے وُہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے؟

تعزیتی جلسہ

رات کو قاسم باغ میں قاضی احسان احمد شجاع آبادی کی زیر صدارت تعزیتی جلسہ ہوا شاہ جی کے پرانے رضاکار مرزا غلام نبی جانباز نے نظم پڑھی ماسٹر تاج الدین انصاری نے اپنے مخصوص انداز میں چند باتیں کہیں۔ پُر درد لہجے نے سامعین کو بہت متاثر کیا۔ خصوصاً جب ماسٹر جی نے یہ شعر پڑھا

تو عـــزم سفر کردی و رفتی زبرما
بستی کمر خویش شکستی کمرِ ما

اور کہا کہ شاہ جی کی موت سے میرا دل روتا ہے لیکن مجھے تسلّی ہے، کہ میں بوڑھا آدمی ہوں، جلد ہی اپنے شاہ سے جا ملوں گا۔ شیخ حسام الدین کے بعد آغا شورش کاشمیری کا نام پکارا گیا۔ آغا صاحب کی حالت اس وقت بڑی غیر تھی۔ ایک ہاتھ میں جوتے تھے، دوسرے ہاتھ میں چھوٹی سی بیاض، گلے اور بازوؤں کے بٹن کھلے ——— ابتدأً تامل کیا۔ دوسری بار نام سن کر اسی طرح مائیکروفون کے سامنے آئے۔ ایک دو لمحے پتھرائی آنکھوں سے سامعین کو تکتے رہے پھر بھرّائی آواز میں فرمایا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کن الفاظ میں اس انسان کا ماتم کروں جس نے ہماری بے زبانی کو زبان بخشی۔ جس نے ہمیں خطابت کے تیور سکھائے، جس نے ہمیں الفاظ کے در و بست سے آشنا کیا۔ جس نے اپنے قدموں میں بٹھا کر یہ بتایا تھا کہ جرأت کسے کہتے ہیں، شجاعت کسے کہتے ہیں۔ اور حق کے دشمنوں سے لڑنے کا طریقہ کیا ہے؟"

یہ چاند جس طرح چمکتا ہے اور سورج کی کرنیں جس طرح اس کائنات کو منور کرتی ہیں، اسی طرح یہ صاف ستھری حقیقت ہے کہ ہم نے آج انہیں دفنا دیا۔ لیکن آپ اتفاق کریں گے۔ مجھ سے کہ بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو دفن ہونے کے بعد زندہ ہو جاتی ہیں اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو زندہ رہ کر بھی مردوں سے بدتر زندگی گزارتے ہیں ——— آج ہم میں ہر شخص دلیر ہے، ہر شخص بہادر ہے۔ ہر شخص جرأت گفتار رکھتا ہے اور وہ لوگ بھی جن کی جبینوں پر کبھی آستانۂ فرنگ کی خاک تھی۔ حریّت کے آفتاب عالمتاب بن کر چمکتے اور اس کائنات پر اپنی تابانی پھینکتے ہیں! سوچئے، غور کیجئے اور اس سوچ میں ڈوب جایئے کہ اس انسان نے اس وقت نعرۂ حق بُلند کیا، جب انقلاب زندہ باد کہنے سے انسان کے حصۂ اسفل کا گوشت اڑا دیا جاتا تھا اور اسے تختۂ دار کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس وقت شاہ جی یہاں کے باغوں میں گئے اور اپنے الفاظ کو شبنم کے ریشمی قطروں کی صورت میں کلیوں کی نذر کیا اور انہیں مجبور کر دیا کہ وہ پھولوں کی طرح کھل کھلائیں۔ میری زبان پر اس وقت لکنت ہے۔ میرے الفاظ ٹوٹتے ہیں۔ لیکن اتنی بات کہہ سکتا ہوں اور ضرور کہوں گا کہ وہ زمانہ آنیوالا ہے۔ کیونکہ ہم لوگ اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوئے۔ وہ وقت آنے والا ہے جب تاریخ کی مقدس محراب عطاء اللہ شاہ بخاری کے احترام میں اپنی جبیں جھکا دے گی۔

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ پر اس قدر رقت طاری تھی کہ صرف چند جملے کہہ سکے۔ اس طرح تاریخ حریت کا یہ عظیم باب ختم ہو گیا ———!

ہدیۂ عقیدت

پاکستان میں اکثریت شاہ جی کے سیاسی نظریات سے اختلاف رکھتی تھی۔ لیکن ان کی عظمت خلوص اور دیانت کے سبھی معترف تھے۔ ان کے وصال پر ان کے تقریباً سبھی معاصرین نے ان کے حضور عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔ ۱۹۶۱ء میں پاکستان کے صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں تھے۔ اور عوام کی اکثریت اس وقت انہیں اپنا نجات دھندہ سمجھتی تھی۔ صدر ایوب مملکت پاکستان کی بدحالی کا ذمہ دار پرانے سیاستدانوں کو گردانتے تھے۔ لیکن شاہ جی کی بیماری کے دوران انہیں نشتر ہسپتال کے ڈاکٹروں کو خصوصی ہدایات جاری کی اور شاہ جی کے وصال پر تعزیت کا پیغام بھیجا، کہ ———

"مجھے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی وفات سے دلی صدمہ پہنچا ہے ہم تحریک آزادی کے ایک جانباز اور نڈر سپاہی سے محروم ہو گئے ہیں ———"

علامہ علاؤالدین صدیقی (موجودہ وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی) نے لاہور میں تعزیتی جلسے میں تقریر کرتے ہوئے شاہ جی کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

"ہم لوگ شخصیت پرست واقع ہوئے ہیں۔ شخصیتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ لیکن جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے یا یوں کہئے کہ گزشتہ ۲۵ برس کی تاریخ دیکھئے اور آئندہ ۲۵ برسوں میں آنے والے شخصیات دیکھئے، تو آپ میری بات کی تصدیق کریں گے کہ نصف صدی میں شاہ جی کے پائے کی شخصیت نظر نہیں آتی۔

میاں محمود علی قصوری بار ایٹ لاء نے شاہ صاحب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے سیاسی میدان میں شاہ جی کی ہم نوائی نہیں کی۔ وہ سید تھے، آل رسولؐ تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے آپ کو ہمیشہ عاشق رسولؐ ثابت کیا۔ وہ حسب و نسب کی بنیاد پر بزرگی کے مخالف اور کردار کی عظمت کے داعی تھے۔ انہوں نے ہمیشہ جہاد کیا جبکہ دوسرے لوگ فساد کرتے رہے۔ میرے بعض دوست جہاد اور فساد کا فرق نہیں جانتے۔ میں نے بارہا واضح کیا۔ آج بھی واضح کرتا ہوں کہ نظریات کی بقا کے لئے جو قربانی دیجائے

وہ فساد ہے۔ شاہ جی کی شخصیت کے یہی پہلو تھے جنہوں نے ہم سے اپنی عظمت منوائی۔

ملک کے نامور اخبارات نے مقالات لکھے کوہستان، امروز، چٹان نے خصوصی نمبر شائع کئے۔ شاعروں نے منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔ لیکن آج ان کے خوشہ چین انہی کا مشن جاری رکھنے والوں پہ طرح طرح کے الزامات لگاتے ہیں اور نئی نسل سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا نام سن کر سراپا سوالیہ علامت بن جاتی ہے ———— جیسے یہ نام آثار قدیمہ کے کھنڈرات سے متعلق ہو یا عجائب گھر میں اس کے نام کا کوئی نشان موجود ہو۔ اور پھر انہیں کون بتائے کہ شاہ جی کیا تھے؟ آج کوئی اقبالؒ نہیں۔ انور شاہؒ، نہیں، ابوالکلامؒ نہیں۔ خود فرمایا کرتے تھے۔

"میں نے تیس سال قرآن سنایا۔ اسلام کو تو میں نے خود اپنی آنکھوں سے واپس جاتے دیکھا ہے۔ اب تو صرف اس کے نقش پا باقی ہیں۔ وہ مسافر تو جہاں سے آیا تھا، شاید وہیں پلٹ گیا۔ یہ بال سفید ہو گئے۔ ساتھی ایک ایک کرکے بچھڑ گئے، محمد علی گیا، شوکت علی گیا، حکیم اجمل خاں گیا، ڈاکٹر انصاری گیا، حضرت مدنی چلے گئے۔ میں تو اس ڈار کا بچھڑا ہوا پنچھی ہوں۔ وہ جا چکے ہیں اب تو ٹوٹے پھوٹے کچھ خم ہیں، کچھ سبو ہیں جن سے میخانہ چلا رہا ہوں ———— اور آج آٹھ برس ہوتے ہیں، یہ میخانہ بھی بند ہو گیا ——!

بقیہ: شیخ التفسیرؒ کی ایک یادگار تقریر

کی عمر سے شروع کرائی جاتی ہے اور لحد قبر میں داخل ہونے تک کوئی شخص اس سے مستثنےٰ نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس اس فرض کے ادا کرنے سے مستثنےٰ نہیں کئے گئے۔ حالانکہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ آپؐ معصوم ہی پیدا کئے گئے اور دنیا میں صغائر اور کبائر سے پاک ہی رہے اور پاک ہی دنیا سے اٹھائے گئے۔ مگر آپ کے حق میں بھی قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

قولہ تعالیٰ:۔ فِیْ جَنّٰتٍ ټف یَتَسَآءَلُوْنَ ۙ عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ ۙ

قولہ تعالیٰ: وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ (سورہ حجر ع ۶ پ ۱۴)

ترجمہ: اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے، یہاں تک کہ آپ کو موت آ جائے۔

بقیہ درس حدیث

يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ (سورۃ الاحزاب آیت ۵۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنی بیویوں کو، اپنی بیٹیوں کو کہہ دینا کہ اپنے حجاب کو نیچے کریں — اب تو زنا کے لئے جو موانع ہیں وہ تو حجاب ہے تو عورتوں میں چونکہ حجاب موجود ہے اس لئے اس کے حق میں موانع زنا بہت ہیں — اب جو عورت ان موانع کے باوجود زنا کرے تو وہ نمبر ایک مجرم ہے اور مرد کے لئے موانع زنا بہت کم ہیں، پھر اس کے بعد اگر وہ زنا کرے وہ بھی مجرم ہے۔ لیکن نمبر دو مجرم ہے۔ یہاں زانیہ کو پہلے ذکر کیا اور زانی کو بعد میں اس لئے کہ نمبر دو مجرم ہے اور وہاں چور نمبر ایک مجرم ہے۔ غرض جس قدر تزکیہ اُس وقت حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کا تھا تو قرآن کے اسرار بھی اُس کے مطابق اُن پر کھلے۔ تو قرآن دانی کے لئے وَيُزَكِّيْهِمْ کی ضرورت ہے۔ کہ جب قلب پاک ہوگا، ربط مع اللہ ہوگا وہاں سے القاء مضامین ہوگا، وہاں سے لطائف حل ہو جائیں گے، لیکن خدا کے ساتھ تعلق نہ ہو، قرآن مجید کی طرف کوئی توجہ ہی نہ ہو۔ تو پھر معاملہ خراب ہے

بہر تقدیر بھائیو! اس دور میں الحمد للہ یہ معجزہ ہے قرآن کا، اس قرآن کی برکت سے ہم مسلمان ہیں، آج بھی — آج خوش قسمتی ہے۔ کہ آپ کے استاد حضرت علامہ قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم فاضل دیوبند حضرت شیخ التفسیر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ جیسے شخص جو کہ صحابہؓ اور تابعین اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تفسیر فرمائی، اُس کے بیان کرنے والے عالم ہیں۔ یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے — بھائیو! قرآن کے الفاظ قرآن کا معنیٰ وہی ہوگا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا۔ افسوس! آج لوگ ہمیں بدقسمتی سے یہ بتاتے ہیں کہ نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ایسی ہے جیسے ایک ڈاکیہ خط لے آتا ہے اور کسی کو خط دیا اور وہ چلے گئے، اب خط جانے اور وہ آدمی جانے — کہتے ہیں قرآن ہم اب سمجھیں گے، جو مطلب ہم لیں وہ صحیح ہے — نہیں بھائی! پیغمبر اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے، پیغمبر کی شان یہ ہے کہ وہ قرآن کے معنیٰ بتاتا ہے، ہمارے سامنے جو بھی کوئی معنی بیان کرے ہم اُس سے پوچھیں گے کہ ہمیں صحیح احادیث میں بتائیے کہ یہ معنیٰ کہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے؟ یا صحابہ نے بیان کیا؟ اگر اُنہوں نے بیان کیا ہو تو بالرَّاسِ وَالْعَيْنِ۔ اور اگر انہوں نے نہیں بیان کیا تو ہمیں ایسے معانی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ جل مجدہ نے اپنے دین کی حفاظت فرمائی۔ بڑی سعادت اور خوش قسمتی ہے آپ بزرگوں کی کہ ایسا عالم اللہ نے آپ کو عطا فرمایا۔ بہر تقدیر یہ جماعت، یہ درس اللہ تعالیٰ تا ابد باقی رکھے، حضرت شیخ التفسیر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ کا یہ صدقہ ہے، یہ اللہ جاری اور دائم رکھے اور ہمارے ان احباب کی عمروں میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ شاہ صاحبؒ کی تقریر

خدا ایک ہے۔! میں نے ایک بار پنڈت نیک رام شرما سے قل ھو اللہ احد اللہ الصمد کا ترجمہ سنا۔ تو صمد کا معنیٰ "نرادھار" کیا۔ "نرادھار" کا ترجمہ پنڈت شرما سے معلوم کیا۔ تو انہوں نے بتایا۔ سنسکرت میں نرادھار اسے کہتے ہیں جس کا کام کسی بن نہ رکے۔ اور جس بن کسی کا کام نہ چلے۔ تو خداوند قدوس کو تو تمام مذاہب والے کسی نہ کسی صورت میں مانتے ہی ہیں بات تو "محمد رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے کی ہے۔ جب میں نے شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ کا ترجمہ دیکھا۔ تو اُس میں بھی یہی لکھا پایا۔ تو اس میں بھی یہی لکھا تھا کہ! جس طرح اللہ تعالےٰ اپنی ذات و صفات کے اعتبار سے بے مثل ہیں۔ اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے بندے ہونے کی حیثیت سے نبوت و رسالت اور اپنی ذات و صفات کے معاملے میں بے مثل اور معصوم ہیں۔ آپؐ سے پہلے انبیاء کرام ایک خاص وقت کے لئے تشریف لائے تھے۔ آپؐ دنیائے انسانیت کے لئے اور قیامت تک کے لئے نبی اور رسول بن کر تشریف لائے! پھر جس طرح آپؐ کا مرتبہ تمام انبیاء و رسل میں ممتاز ہے اسی طرح آپؐ کے صحابہ کرامؓ کا اور آپؐ کی اُمت کا مرتبہ بلند اور ممتاز ہے!

اگر نبی کا دامن عصمت محفوظ ہے۔ تو سب کی خیر ہے۔ اور اگر یہ دامن تار تار ہو جائے گا۔ تو کسی کی خیر نہیں۔ پھر کچھ نہیں بچتا۔!

"اعلان داخلہ"

جامعہ عربیہ چنیوٹ میں حسب سابق ادیب عربی، عالم عربی، فاضل عربی، انگلش میٹرک کے ساتھ ساتھ درس نظامی کی مکمل تعلیم فاضل اساتذہ کی زیر نگرانی ہو رہی ہے۔ قیام و طعام کا بہترین انتظام ہے امتحانات کے شائق حضرات ۳۱ر اگست ۱۹۶۹ء سے قبل داخلہ لے لیں داخلہ محدود ہے۔

نوٹ:۔ دورہ حدیث پڑھنے والے طلباء داخلہ کی اجازت حاصل کرکے بعد از امتحان سالانہ شعبان میں حاضر مدرسہ ہو سکتے ہیں۔ ان کے لئے خصوصی رعائت ہے۔ (مہتمم جامعہ)

غلام عباس شادمانی، لورالائی

منصف مزاج قاضی اور قدردان خلیفہ

سواد بن عبداللہ خلیفہ منصور کی جانب سے بصرہ کے قاضی تھے۔ ایک دن خلیفہ کا فرمان آیا کہ زمین کے فلاں ٹکڑے کی بابت فلاں تاجر اور فوجی افسر کا جو دعوےٰ تمہارے یہاں دائر ہے اس میں افسر کے حق میں فیصلہ ہونا چاہئے۔ قاضی نے جواب میں لکھا۔ میرے سامنے جو ثبوت پیش ہوا ہے۔ وہ تاجر کے دعوے کو ثابت کرتا ہے۔ جب تک اس سے زیادہ زبردست ثبوت افسر کی طرف سے نہ گذرے میں تاجر کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا۔

قاضی نے پھر جواب دیا۔ خدا کی قسم میں زمین تاجر کے ہاتھ سے ناحق نہیں نکال سکتا۔ اس جواب کو سن کر جانتے ہو خلیفہ نے کیا کیا؟ خلیفہ نے اپنا سر قاضی کے فیصلہ کے آگے جُھکا دیا اور فخر کے لہجہ میں کہا۔ واللہ! میں نے دنیا کو انصاف سے بھر دیا۔ کہ میرے قاضی میرا حکم حق کے مقابلہ میں رد کر دیتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ منصور نے قاضی کے انصاف سے خوش ہو کر ان کو انعام دینا چاہا لیکن قاضی صاحب نے کہا "انصاف کرنا میرا فرض ہے اگر میں انصاف نہ کروں تو خدا کو کیا جواب دوں گا؟ لہٰذا فرض ادا کرنے کے لئے انعام کیسا؟ یہ کہہ کر قاضی نے انعام واپس کر دیا۔

یہ تھی سلف قاضیوں (ججوں) کی انصاف پسندی!

سلطان اور معمار

کسی زمانہ میں خجند عثمانی سلطنت کا ایک صوبہ تھا جو عمارت کے فن میں مشہور تھا۔ سلطان نے ایک بہت بڑے معمار کو حکم دیا کہ ایک ایسی مسجد بنائی جائے جس کی مثال کہیں نہ مل سکے۔

معمار نے نقشہ تیار کیا اور اس کے مطابق ایک عالیشان مسجد تعمیر کی۔ جو دیکھتا دانتوں میں دبا کے رہ جاتا۔ لیکن سلطان نے اس کو پسند نہیں کیا اور غصہ میں آکر معمار کا ایک ہاتھ کٹوا دیا۔

معمار سیدھا قاضی کی عدالت میں پہنچا۔ بادشاہ کے نام سمن جاری ہو گئے اور وہ لرزتا کانپتا ہوا عدالت میں حاضر ہوا — قاضی نے ادلے کے بدلے کا فتویٰ دیا۔ بادشاہ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ قاضی کے فیصلے کے آگے اپنی گردن جھکا دے اُس نے اپنا ہاتھ آستین سے باہر نکالا کہ کاٹ دیا جائے۔ اس موقع پر معمار کی نیک دلی کام آئی، اس نے سوچا کہ جب قاضی کی عدالت سے بادشاہ کو سزا مل چکی ہے تو میں درگذر سے کیوں کام نہ لوں۔ کیونکہ قرآن نے اس کو بدلہ لینے سے بہتر قرار دیا ہے

قاضی، بادشاہ اور معمار تینوں نے خدا کے حکم کی پیروی کی۔ قاضی نے انصاف کیا۔ بادشاہ نے قاضی کے حکم کو مان لیا اور معمار نے اپنی فراخ دلی کا ثبوت دیا۔

بچو! تمہیں معلوم ہے یہ بادشاہ کون تھا؟ سلطنت عثمانیہ کا والی سلطان مراد۔

شان کے مطابق فیاضی

امام لیث مصر کے رہنے والے تھے، بہت بڑے عالم ہونے کے علاوہ دولت مند بھی تھے اور فیاض بھی۔ اتفاق سے ان کے محلے میں ایک عورت کا شوہر بیمار ہو گیا۔ حکیم نے نسخہ میں شہد لکھ دیا۔ عورت پیالہ ہاتھ میں لئے امام صاحب کے پاس پہنچی۔ اور کہا کہ مجھے اپنے شوہر کے لئے تھوڑے سے شہد کی ضرورت ہے، آپ عنایت فرمائیں تو بڑی مہربانی ہوگی — امام لیث نے فرمایا۔ ہمارے کارندہ کے پاس جا کر ایک مطر شہد لے لو۔ (مطر ایک من دس سیر کے برابر ہوتا ہے)

عورت نے کارندہ کو حکم سنایا۔ تو اس نے امام ممدوح کے کان میں آکر کہا۔ "اس نے صرف ایک پیالہ شہد مانگا ہے آپ نے سوا من شہد دینے کا حکم دیا ہے"۔

امام صاحب نے سن کر فرمایا۔ اُس نے اپنی حیثیت کے مطابق سوال کیا تھا۔ ہم اپنی شان کے مطابق دیتے ہیں۔ ایک مطر شہد اس کو دے دو"۔

یہ تھے اگلے زمانہ کے لوگ، اور یہ تھی اُن کی فیاضی کی شان۔

انمول موتی

جب انسان برائیوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو اس کی روحانی قوت معدوم ہو جاتی ہے۔

اپنے ایک دوسرے بھائی کو مصیبت میں دیکھ کر مسرت کا اظہار مت کرو کیونکہ اللہ تعالٰے وہی مصیبت تم پر بھی نازل کر سکتا ہے۔

دنیا کی راحت اور مسرت دولتمندوں کو نصیب نہیں ہوتی بلکہ ایک قناعت پسند دل میں یہ نعمت پائی جا سکتی ہے۔

خدا کے نزدیک وہ انسان سب سے اچھا ہے جو اپنے ہمسایہ کے نزدیک اچھا ہے

ایک گھڑی کی بری صحبت سے تمام عمر کی تنہائی بہتر ہے۔

جو شخص دین کی خاطر دنیا ترک کر دیتا ہے دنیا خود اس کے پیچھے دوڑتی ہے۔

ہر سختی کے بعد آسانی خداوند کریم کا وعدہ ہے۔

ہمسایہ کو ستانے والا دوزخی ہے اگرچہ تمام رات عبادت کرے۔

غرور انسان کو ہمیشہ پستی کی طرف لے جاتا ہے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

نگرانِ اعلیٰ
محمد عبیداللہ انور

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳/مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری T.B.C ۲۳۷-۸۱-۲۴ مورخہ ۷/ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چھٹی نمبری DD۹-۲-۲۶۷۹/۳۹ مورخہ ۲۴/اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G M۲/۴۶-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳/مارچ ۱۹۶۷ء

بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ		۱۱
" " ششماہی		۶
" " "		۳
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ		۴۲
" " بحری جہاز		۱۱
" ہوائی ڈاک ششماہی		۲۱
" بحری		۶
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۴۰	۷۳
" " بحری	۸۰	۱۸

انڈیا کے خریدار اپنا چندہ منیجر ماہنامہ "الفرقان" کچہری روڈ لکھنؤ ارسال کر کے ڈاک خانہ کی رسید ہمیں ارسال کر دیں۔

(سرکولیشن منیجر)

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا